قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

نومبر 1993ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد : ۱۵ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ بمطابق نومبر ۱۹۹۳ء شمارہ ۴

فہرست مضامین

اداریہ ۳

خطاب امیر الاخوان مولانا محمد اکرم اعوان لنگر مخدوم ۴

دین اور دنیا ۱۴

اسلام قابل عمل کیوں نہیں ۲۰

سلام کا بنیادی فلسفہ ۲۹

تخلیق انسان کا مقصد ۳۸

سوال آپ کا جواب شیخ المکرم کا ۴۵

بدل اشتراک

فی پرچہ بارہ روپے

غیر ملکی

سالانہ — تاحیات

سری لنکا - بھارت - بنگلہ دیش

۳۰۰ روپے ۳۰۰۰ روپے

مشرقِ وسطیٰ کے ممالک :——

۷۵ سعودی ریال ۳۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ :——

۲۰ سٹرلنگ پونڈ ۱۰۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا :——

۳۵ امریکن ڈالر ۲۰۰ امریکن ڈالر

پتہ : ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور فون : ۸۴۴۹۰۹

ناشر : پروفیسر حافظ عبدالرزاق پرنٹرز : طیب جمال ریٹی گن روڈ لاہور

ماہنامہ **المرشد** کے

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مُجدّدِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)

ناظر اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

۱۹۹۳ء کے الیکشن پایہ تکمیل کو پہنچے اور ساتھ ہی اس الیکشن میں حصہ لینے والی درجنوں مذہبی سیاسی جماعتیں بھی انجام کو پہنچ گئیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔** ایسی جماعتوں کی کامیابی کا تو کسی کو یقین تھا ہی نہیں۔ لیکن ان کا جو حشر ہوا وہ قابل عبرت ضرور ہے۔

یہ جماعتیں' دین اسلام کی نہیں بلکہ مذہبی فرقوں کی نمائندہ جماعتیں ہیں۔ فرقہ پرست کی بنیاد پر جو مولوی سرمایہ دار بن گئے وہ سیاسی لیڈر بھی بن گئے ان مذہبی سیاسی لیڈروں کی بقا ہی مسلمانوں کی تقسیم اور فرقہ پرستی میں ہے۔ ان کا کسی اسلامی تحریک سے کیا واسطہ ۔ اسلام تو ایک وحدت ہے مگر یہ مذہبی لیڈر اپنی اپنی گدیاں سجائے بیٹھے ہیں۔ وہ امت مسلمہ میں انفاق اور یکجہتی پیدا کر رہے ہیں۔ امت میں وحدت پیدا کئے بغیر رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنے کے لیے جہاد اتنا آسان نہیں۔

الیکشن ۱۹۹۳ء کا ملک اور قوم کو اور کچھ فائدہ تو نہ ہوا۔ البتہ اس دیس کے مسلمانوں نے فرقہ پرست مولویوں کو رد کر کے اسلامی تحریک کے لیے راستہ صاف کر دیا۔ یہ الیکشن اسلام اور کفر کے مقابلے کے لیے منعقد نہیں ہوا۔ بلکہ اقتدار کے لیے دو ایسی پارٹیوں کے درمیان تھا جو ایک ہی لادینی نظام کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ پورا نظام جو اس ملک میں نافذ العمل ہے۔ اسلامی روح اور تعلیمات کے خلاف ہے۔ یہ ظلم و جبر کا نظام ہے پوری انسانی تاریخ میں آج تک کسی بھی ظلم و جبر کے نظام کو الیکشن کے ذریعے ختم نہیں کیا گیا۔ اب وقت آگیا ہے اور دنیا کے ہر گوشے میں مسلمان بیدار ہو رہے ہیں۔ مغرب کے نظام سیاست' معاشرت اور معیشت سے مسلمانوں کو آزادی دلوانے کے لیے جہاد کی تیاری میں مصروف ہیں۔ ہزاروں لاکھوں مسلمان اس وطن عزیز میں رب کی دھرتی پر رب کے نظام کے قیام کے لیے جہاد کے پہلے مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں اور آگے بڑھ رہے ہیں۔ کامیابی کے وقت کا تعین اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

تاج رحیم

خطاب امیر تنظیم الاخوان

مولانا محمد اکرم اعوان

لنگر مخدومؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - وان من شئی الا یسبح بحمدہ

ہمارا یہ اجتماع ہر سال ایک دن کا ایک جمعتہ المبارک کا ہوتا ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ حضرت مولانا الہ یار خان رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کے شیخ حضرت سلطان العارفین الہ دین مدنیؒ یہاں ہیں اور ہم لوگ جب داخل سلسلہ ہوئے تھے تو حضرت جی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ جس ساتھی کو فنا فی الرسول تک مراقبات نصیب ہوتے اسے روحانی بیعت کے لیے یہاں لایا کرتے تھے اور بیعت روحانی یہاں حضرت سلطان العارفینؒ کے رو برو ہوا کرتی تھی۔ تب سے حضرت جیؒ نے سال میں میں ایک دن کا دورہ یہاں مقرر کر دیا ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی آ جاتے۔ پھر جب سلسلہ حضرت حضرت جی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کو منتقل ہو گیا تو اس کام کے لیے لانے کی ضرورت تو باقی نہ رہی لیکن حصول برکت کے لیے حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے اس پروگرام کو ختم نہ کیا کہ اس طرح سے یہاں حضرت سلطان العارفینؒ کی خدمت میں ایک دن رہنے کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ اب ہمارا یہاں حاضر ہونا اسی حصول برکت کے لیے ہے اس میں اس طرح کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ حاضری کی برکات اجتماعی ذکر کی برکات اور اس کے ساتھ اجتماعی معاملات پر بات کرنے کا بھی ایک خوبصورت موقع نصیب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ ہم بنیادی طور پر سلسلہ تصوف کے خادم اور سلسلہ تصوف میں چلنے والے اور اس کے طالب لوگ ہیں سلاسل تصوف اسلام میں مت مسلمہ کی ریڑھ کی ہڈی ہیں اور اصل طاقت امت مسلمہ کی نہی لوگوں کے دم قدم سے وابستہ ہے یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی کے پاس اقتدار و اختیار ہو کسی کے پاس مال و دولت دنیا ہو کسی کے پاس دنیوی جاہ و حشمت ہو لیکن بقائے دنیا کا سبب اللہ کا ذکر اور وہ لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں یہ امت آخری امت ہے اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پہلی امتوں میں جب اللہ کا نام لینے والا کوئی نہیں رہتا تھا تو اللہ کریم نیا رسول مبعوث فرما دیتے تھے۔ نیا نبی مبعوث فرما دیتے تھے۔ جو انسانوں کا اللہ کے ساتھ تجدید عہد کا سبب بن جاتا تھا لیکن اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور خدا نخواستہ جب اس امت سے ذکر الہی چھوٹ گیا اور کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہا تو پھر قیامت آئے گی دنیا اپنے انجام کو پہنچے گی اور یہ کائنات تباہ و برباد ہو گی ختم ہو جائے گی کوئی نئی آبادی کی صورت نہیں آئے گی۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ظہور اسلام سے لے کر آج تک طاغوتی طاقتوں نے اور دنیائے کفر نے بھی مقابلے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لیکن آج مقابلے کی صورت بدل گئی ہے۔ آج صورت یہ ہے کہ روئے زمین ایک گھر بن چکا ہے ذرائع اور وسائل اللہ نے انسانوں کو ایسے دے دیے ہیں کہ ایک جگہ کی بات پوری دنیا میں سنی جا سکتی ہے اور ایک جگہ سے آدمی چل کر دنیا کے دوسرے سرے تھوڑے سے وقت میں پہنچ جاتا ہے۔ مجھے خود یاد ہے کہ میں نے فجر کی نماز لاہور ایئرپورٹ پر پڑھی اور ظہر میں نے نیویارک جا کر پڑھی۔ اور میرے خیال میں لمبا ترین فاصلہ ہے لیکن اتنے سے وقت میں سر ہو گیا تو ان وسائل کا سب سے بھرپور فائدہ طاغوتی طاقتیں اٹھا رہی ہیں اور دنیائے کفر اٹھا رہی ہے۔ کفر

کے مقابلے کے مختلف انداز ہیں جن پر نظر کرنا ہماری آج کی ضرورت ہے۔ ایک غیر صوفی مسلمان کی نسبت صوفی زیادہ مکلف ہے اور زیادہ ذمہ دار ہے اور اسے دوسرے کی نسبت زیادہ کارکردگی دکھانا چاہیے اس لیے کہ اس کی جواب طلبی عام مسلمان کی نسب ذرا سخت ہو گی اور ذرا زیادہ ہو گی۔ ایک آدمی صرف سنتا ہے اس پر وہ کس حد تک عمل کرتا ہے اور ایک آدمی کو کیفیات قلبی نصیب ہوتی ہیں ان پر وہ کس حد تک عمل کرتا ہے اس کی باز پرس واقعی الگ الگ ہونی چاہیے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کے صوفی اور آج کے درویش اور آج کے دین دار انسان کو آج کی پوری دنیا کے حالات سے باخبر ہونا ضروری ہے۔

آپ جانتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کفار کی ایک ایک سازش کی خبر رکھا کرتے تھے اور یہودیوں کے ایک ایک قلعے میں کیا مشورہ ہوتا ہے اس کا پتہ رکھا کرتے تھے بلکہ غزوہ احزاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جان بازوں کو دعوت دی کہ کون ہے جو لشکر کفار کی خبر لانے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کپڑا نہیں تھا اور رات بڑی ٹھنڈی تھی میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پتہ تو کر کے آتا ہوں لیکن سردی بہت زیادہ ہے اور میرے پاس کپڑا نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سردی سے حفاظت فرمائے گا وہ فرماتے ہیں کہ میں لشکر کفار میں گیا انہوں نے جگہ جگہ آگ روشن کر رکھی تھی اس کے گرد بیٹھے تھے اور ان کی کانفرنس ہو رہی تھی میں بھی بیٹھ گیا ان کے سالار لشکر نے بات کرنے سے پہلے کہا کہ جو آدمی تمہارے ساتھ بیٹھا ہے اس کا ہاتھ پکڑ لو اور پوچھو وہ کون ہے کوئی جاسوس نہ ہو تو فرماتے ہیں میں نے اس سے پہلے کہ کوئی میرا ہاتھ پکڑتا میں نے قریبی آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھ گچھ شروع کر دی کہ تم کون ہو وہ فرماتے ہیں میں ساری خبر لے کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گذار کر دی۔ جانے سے واپس آکر خبر دینے تک مجھے سردی نہیں محسوس ہوئی جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو مجھے احساس ہوا کہ رات تو ٹھنڈی ہے اور سردی بھی لگ رہی ہے۔

یہ بھی آپ کو علم ہو گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حکومت وقت کے خلاف بغاوت نہیں کی تھی لوگوں کو کسی فساد پر آمادہ نہیں کیا تھا بلکہ ایک ایک بندے کو اس کی اپنی ذات پر اسلام نافذ کرنے کی تاکید فرمائی تھی اور وہ کیفیت صحابہؓ میں اس قدر در آئی تھی کہ وہ جستجو میں رہتے تھے کہ کونسا نیا حکم نازل ہو کہ ہم اس پر عمل کریں وہ پوچھتے رہتے تھے کہ کوئی نیا حکم آیا کوئی نئی وحی آئی اور ہمیں کیا کرنا چاہیے فلاں معاملے میں کیا کرنا چاہیے اور اس طرح ایک ایک کام کو اپناتے تھے۔ کفر کی ساری کوشش کے باوجود ایک ایک وجود پر جب اسلام نافذ ہوتا گیا تو ایک آبادی مسلمانوں کی بن گئی اور از خود ضرورت پیدا ہو گئی کہ اس آبادی کا انتظام و اہتمام چلانے کے لیے ایک حکومتی ادارہ بھی ہونا چاہیے اب ظاہر ہے کہ جب آبادی کے سارے افراد اپنے آپ پر اسلام کو نافذ کر چکے ہوئے تھے تو ان پر یا ان کا اہتمام کرنے کے لیے یا انتظام سنبھالنے کے لیے کسی غیر اسلامی شخص کو آنے کی ضرورت نہیں تھی ان میں سے جس نے بہتر اسلام اپنا رکھا تھا یا جو اسلام کو دوسروں کی نسبت بہتر سمجھتا تھا ورع و تقویٰ کے اعتبار سے بہتر تھا ان لوگوں کی حکومت بن گئی۔ اسلام نے ہر معاشرے میں اسی طرح سے اپنی ذات کو منوایا ہے قرآن حکیم نے برائی کے مقابلے میں برائی کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹانے کا حکم دیا ہے۔

آج کے تناظر میں اگر ہم دیکھیں تو یہ وقت جہاں بہت سی

سہولتیں لایا ہے وہاں اسلام کے لیے ایک مشکل یہ بھی لایا ہے کہ پوری دنیا کا کفر بیک وقت اس جگہ متوجہ ہو جاتا ہے جہاں اسلام کے لیے کام ہو رہا ہو۔ صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے تک یا مغل اور مسلمان حکمرانوں کے زمانے تک بھی اگر مغلوں کو لڑنا پڑا تو انہیں ہندوستان ہی کی اقوام ہندوؤں۔ مرہٹوں۔ غیر مسلم قوموں سے ملک کے اندر لڑنا پڑا اور صلاح الدین ایوبیؒ کے ساتھ یورپ کی ساری عیسائیت نے مقابلہ کیا لیکن اس میں امریکہ شامل نہ ہو سکا چین اور روس شامل نہ ہو سکے جاپان شامل نہ ہو سکا آج کے صلاح الدین ایوبی کو جاپان سے لے کر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک کے سارے کفر کا مقابلہ بیک وقت کرنا ہو گا اس لیے کہ آج انسانوں کے پاس ایسے وسائل اور ذرائع ہیں کہ پوری دنیا ایک کنبہ بن چکی ہے اور کفر کے لڑنے کے انداز بدل چکے ہیں آج گولی فائر کر کے مقابلہ نہیں ہو رہا آج کا مقابلہ بہت بڑا گھمسان کا مقابلہ پراپیگنڈے کے ذریعے ہے دنیائے کفر نے ذرائع ابلاغ پر اس طرح پنجے گاڑ رکھے ہیں کہ ہر ریڈیو ہر ٹیلی ویژن سٹیشن باقی کام کم کرتا ہے اور بے حیائی کی اشاعت زیادہ کرتا ہے وہ ٹیلی ویژن امریکہ میں ہو برطانیہ میں ہو جاپان میں ہو چین میں۔ پاکستان میں ہو یا ہندوستان میں ہو بے حیائی میں کوئی بھی کسی دوسرے سے کم نہیں اور بے حیائی وہ ہتھیار ہے جو قوت ایمان کو انسان کے وجود سے خارج کر دیتا ہے بے حیائی ہی وہ ہتھیار ہے کہ جہاں بے حیائی آئے وہاں سے حیا رخصت ہو جاتا ہے اور حیا ایمان کا دوسرا نام ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا جو طبقہ جسے مقابلہ کرنا چاہیے تھا وہ بجائے اس کے کہ انہی ذرائع جن سے اہل باطل بے حیائی پھیلاتے ہیں کو قابو کر کے ان سے دین و ایمان کی نشریات کو فضا میں بکھیرتا وہ طبقہ فتوی دینے بیٹھ گئے کہ یہ ناجائز ہے فتوی دے کر بھلا ہم ٹیلی ویژن کو ناجائز کر سکتے ہیں ہمارے فتوے سے کافر تو اسے استعمال کرنے سے نہیں رک جائے گا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہتھیار جس کے ذریعے کفر اسلام پر تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے وہ ہتھیار مسلمانوں کو استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور کافر اسے استعمال کرتے رہیں تو یہ کہاں کی دین داری ہو گی۔ اگر فلمی کمپنیاں اگر صابن بیچنے والے اور سگریٹ بنانے والے دنیا بھر کے ٹیلی ویژن سے ناچ گانے کے اشتہارات دے سکتے ہیں تو مسلمان مل کر ایک چینل نہیں خرید سکتے جس سے قرآن و حدیث کی اشاعت ہو جس سے اللہ کا دین بیان ہو جس سے انسانیت اور شرافت کی باتیں بتائی جائیں۔ یا جس طرح پاکستان ٹیلی ویژن نے ایک پروگرام شروع کیا ہے جس میں عربی کی تعلیم قائد اعظم یونیورسٹی یا اسلام آباد اوپن یونیورسٹی سے آتی ہے تو وہ اگرچہ چند منٹوں کا پروگرام ہوتا ہے لیکن انٹرنیشنل نیٹ ورک پہ جاتا ہے اب دنیا میں جہاں کہیں اس وقت کوئی ٹی۔ وی پر دیکھنا چاہے وہ پروگرام دیکھا جا سکتا ہے۔ تو کیا یہ اچھا نہ ہو کہ ہم یہ کوشش کریں کہ یہ چند منٹ پروگرام دکھانے کے بعد اور ناچ گانے نہ شروع کر دیں کم از کم دینی پروگرام کے لیے تو کچھ توازن پیدا کیا جائے آپ دیکھیں کہ غیر دینی امور کے لیے یا سستے قسم کے ڈرامے کے لیے کتنے مزاحیہ اور کتنے فضول پروگرام گھنٹوں چلتے رہتے ہیں جن میں کوئی علمی یا ادبی یا بچوں کے بہلانے کی بھی کوئی بات نہیں ہوتی محض نقالی سے نیشنل نیٹ ورک کو ضائع کیا جاتا ہے لیکن ہمارا وہ طبقہ جسے اللہ نے دینی شعور بخشا ہے وہ اس پر فتوے دینے کی بجائے اگر اسے صحیح استعمال کرنے کا مطالبہ کرے تو کیا یہ زیادہ بہتر نہیں۔ اسی پراپیگنڈے کے ذریعے سے خود مسلمانوں سے اسلام کو ختم کرانے کا کام لیا جا رہا ہے مثلاً یہ کہ آپ دین دار لوگ ہیں آپ اللہ اللہ کریں آپ مسجد کے کونے میں بیٹھیں تسبیح پڑھیں آپ کو سیاست سے کیا واسطہ۔ اب اس الیکشن میں بھی بڑے زور کی انتخابی مہم چلی لیکن صرف اٹھتیس فیصد ووٹ کاسٹ ہوئے یعنی باسٹھ فیصد لوگوں نے ووٹوں میں حصہ نہیں لیا اب جن

لوگوں نے حصہ نہیں لیا اگر یہ حصہ لیتے تو یہ باسٹھ فیصد اپنی مرضی کی حکومت بنا لیتے یعنی انہوں نے صرف نیکی یہ سمجھی کہ سیاست میں نہ آنا نیکی ہے لیکن اگر اس نیکی کے دوسرے رخ انہیں احساس ہوتا اور باسٹھ فیصد ووٹ کسی صحیح سمت پول ہوتے تو ایک دیندار حکومت بن سکتی تھی کیوں پول نہیں ہوئے کفر کے اس پراپیگنڈے کی وجہ سے کہ نیکی یہ ہے کہ آپ اس سے الگ تھلگ رہیں یہ کام اللہ کا ہے اللہ کرتا رہے گا۔

یاد رکھیے اللہ کار ساز ہے اور سارے کام وہ خود کرتا ہے لیکن مجھے اور آپ کو پیدا کر کے اس نے کام کرنے کا حکم دیا ہے ہم کام کرنے کے مکلف ہیں۔ یہ زندگی جس کے لیے ہم روزی کماتے ہیں یہ وجود جس کی صحت کا ہم خیال رکھتے ہیں یہ اولاد جس کو پالنے کی ہمیں فکر ہوتی ہے یہ زندگی یہ وجود یہ اولاد اس کام کے لیے ہے کہ اس کائنات میں ہم اللہ کے بندے بن کر جئیں اور اللہ کے دین کا بول بالا کر کے ثابت کریں کہ یہ خدائی طاقت ہے اگر ہم اس مقصد ہی کو فراموش کر گئے جو دین کی بنیاد تھی اور اس کے بعد ہم نمازیں پڑھتے رہیں تو وہ ہماری ذات کا معاملہ ہے ہم روزے رکھتے رہیں یہ ہماری ذات کا معاملہ ہے اس سے اسلامی معاشرے کو یا انسانی معاشرے کو کیا فرق پڑے گا۔ فضیلت جو اللہ کریم نے اس امت کو دی۔ کنتم خیر امتہ اخرجت للناس۔ تم بہترین امت اس لیے ہو کہ تم دوسروں کے لیے زندہ رہتے ہو تمہارا زندہ رہنے کا مقصد ہے انسانی معاشرے کی اصلاح دوسروں کا فائدہ مظلوموں سے، ظلم کو ہٹانا ظالم کے ہاتھ روکنا دنیائے ظلم سے ظلم کا خاتمہ کرنا۔ سب سے بڑی نیکی جسے اللہ نے وجود عطا فرمایا وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات۔ یہ وہ ذات عالی ہے جس سے انبیاء علیہم السلام بھی مستفید ہوئے ہر امت نے اپنے نبی علیہ السلام کی وساطت سے استفادہ کیا اور ہم وہ خوش نصیب ہیں جو براہ راست مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشہ نشینی اختیار کیوں نہیں فرمائی اگر سیاست سے قطع تعلقی نیکی تھی تو وہ نیکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہیں کی اگر دنیائے سیاست میں نہ آنا ضروری تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر واحد کیوں سجانے پڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دندان مبارک کیوں شہید کرائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میدان جہاد میں تڑپ تڑپ کر کیوں سرد ہو گئے اگر اس کی ضرورت نہیں تھی اگر کفر کے مقابلے کی ضرورت نہیں تھی اگر طاغوت کے مقابلے کی ضرورت نہیں تھی اور محض گوشے میں بیٹھ کر تسبیحات پڑھنی تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے میدان میں روزے رکھ کر اتنا سفر کر کے رمضان المبارک میں ڈیڑھ سو میل چل کر کیوں تشریف لے گئے۔

دنیا میں مسلمان قوم پر جتنے کڑے وقت آئے سب سے کڑا وقت وہ تھا جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں نے سوچنا تک چھوڑ دیا آپ کبھی بیٹھ کر اس وقت کو تصور میں لائیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف رکھتے ہوں گے اور جس نبی علیہ السلام کے ساتھ چودہ سو سال بعد آپ کو عشق کی حد تک پیار ہے ان لوگوں کو کتنا پیار ہو گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھتے تھے سامنے باتیں کرتے تھے رو برو ارشادات سنتے تھے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور اپنے مسائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جا کر حل کراتے تھے جن کی آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے روشن ہوا کرتی تھیں انہیں کتنا پیار ہو گا اگر آپ خود کو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں

جنہوں نے چودہ سو سال بعد نام نامی سنا ہے ارشادات پڑھے ہیں وہ بھی سینہ بسینہ آکر تو جنہوں نے رو برو اپنی چشموں کو روشن کیا انہیں کتنا پیار ہو گا اور ان کے سامنے جب شمس نبوت غروب ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دار دنیا سے پردہ فرمایا مہبط وحی خاموش ہو گیا اور ان عشاق کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اطہر کو روضہ اطہر میں زیر زمین دفن کرنا پڑا کتنا کڑا وقت ہو گا۔ آپ نہیں سمجھ سکتے آپ نے کبھی سوچا ہی نہیں یہ ان لوگوں کو پتہ ہے جن پر بیت گئی کہ بعض صحابہؓ ایسے تھے جنہیں بیٹھے ہوئے یہ خبر ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو باقی زندگی وہ اٹھ نہیں سکے۔ ایسے دیوانے لوگ تھے کہ رات کو بچے آتے اور ہاتھ پکڑ کر گھر لے جاتے اور صبح مسجد چھوڑنے آتے کسی نے پوچھا حضرت آپ کو رات کو نظر نہیں آتا تو فرمایا آتا ہے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء پڑھ کر حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے ہیں تو میں آنکھ بند کر لیتا ہوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا اور صبح بچہ ہاتھ پکڑ کر لاتا ہے جب حضور حجرہ مبارک سے برآمد ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن کر میں آنکھ کھولتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میری پہلی نگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی پڑے۔

تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا ہو گا تو پتہ ان لوگوں کو ہو گا کہ کیا قیامت بیت گئی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ چمکتے سورج میں ہمیں روشنی نظر نہیں آتی تھی مدینہ منورہ میں یوں نظر آتا تھا جیسے شام ہو گئی اس پریشانی کے عالم میں قیصر نے اپنی افواج چڑھا دوڑائیں جھوٹے مدعیان نبوت کھڑے ہو گئے ایک مسیلمہ کذاب کے ساتھ چالیس ہزار کی لڑاکا فوج تھی جو یمامہ کے پہاڑی علاقے کے رہنے والے جنگجو قبائل تھے اور ایسے سات آٹھ مدعیان نبوت تھے جن میں کچھ عورتیں بھی تھیں اس کے ساتھ ہی کچھ لوگوں نے زکوۃ دینے سے بھی انکار کر دیا اور دارالخلافت مدینہ منورہ میں چند ہزار وہ بندے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں مہجور اور محزون پڑے تھے وہی سارا اثاثہ تھا اسلام کا اور ایک نحیف و نزار دبلا پتلا جھکی ہوئی کمر والا بوڑھا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی داڑھی کے بال مہندی سے سرخ ہو رہے تھے۔ انہوں نے حکم دے دیا کہ تبوک کے لیے جو لشکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا قیصر کی فوجوں کے مقابلے میں وہ بھی جائے گا جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ بھی مقابلہ ہو گا اور منکرین زکوۃ کے خلاف بھی فوج کشی کی جائے گی۔ آپ باقی حضرات کو تو رہنے دیں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستی نے کہا کہ یا امیر یہ آپ کیا کرتے ہیں یہاں مدینے میں کون رہے گا اس دارالخلافت کی حفاظت کون کرے گا۔ آپ یا تو لشکر اسامہ کو تبوک سے روک لیں نہ جانے دیں یا منکرین زکوۃ سے رک جائیں ان سے بعد میں نپٹ لیں گے آپؓ نے فرمایا عمر اسلام سے پہلے تو تم بڑے دلیر تھے کیا مسلمان ہو کر بزدل ہو گئے ہو اور فرمایا اللہ کی قسم اگر مجھے یہ ڈر ہو کہ مدینہ ایسا ویران ہو جائے گا کہ بھیڑیے اٹھا کر مجھے یہاں سے لے جائیں گے تو بھی میں یہ سارے لشکر روانہ کروں گا اور اگر کوئی بھی لڑنے والا نہ رہے میں اکیلا ہی ان کے خلاف اعلان جنگ کروں گا اور آپ نے دیکھا کہ چالیس ہزار کے لشکر جرار کو بھی انہوں نے گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا منکرین زکوۃ کی گردنیں بھی جھک گئیں اور قیصر کی افواج بھی اپنا خیمہ اٹھا کر اسلام کی سرحدوں سے واپس چلی گئیں مسلمانوں پر اتنا کڑا وقت پھر نہیں آیا۔

اگر گوشہ نشینی ہی میں فلاح ہوتی تو ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوشہ نشین ہو جاتے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسند خلافت پر فائز ہوئے تو جزیرہ نمائے عرب پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی لیکن انہوں نے فرمایا اللہ کا ارشاد ہے۔ اخرجت للناس۔ ناس میں مسلمانوں کی قید نہیں ہے۔

ناس کا اطلاق اولاد آدم پر ہوتا ہے ہماری زندگی ہر اس بندے کے لیے ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے وہ جہاں کہیں بھی ہے اس پر جہاں بھی ظلم ہو گا ہم اس کے ذمہ دار ہیں جزیرہ نمائے عرب میں اس وقت کوئی نہیں تھا ہاتھ اٹھانے والا مسلمانوں پر لیکن آپ نے وہاں سے نکل کر ہسپانیہ سے چین تک اور سائبیریا سے افریقہ تک انسانیت کی داد رسی فرمائی۔ اور دنیا کے بڑے بڑے جابر شہنشاہوں کے سروں سے تاج اتار کر ان مظلوں میں توڑ توڑ کر بانٹ دے جن سے چھین کر انہوں نے سونے کے یہ تاج بنائے تھے اربوں درہم و دینار کا ایک ایک باغ تھا جو قیصرو کسریٰ کے محلوں سے نکلے۔ چالیس چالیس گز لمبے اور چالیس چالیس گز چوڑے باغ بنے ہوئے تھے سونے کے تختوں پر اور ان میں سونے کے درخت اور ان پر زمرد کے پھول اور مختلف جواہرات کے پھل لگے ہوئے تھے کروڑوں روپوں کا ایک ایک وہ باغ تھا جو سجایا گیا تھا کسریٰ اور قیصر کے کمروں میں وہ ساری چیزیں مدینہ منورہ کی گلیوں میں چھینیوں سے توڑ کر اللہ کے اس بندے نے غرباء میں تقسیم کر دیں جن کا خون چوس چوس کر ان سلاطین و امراء نے وہ سب کچھ بنایا تھا آج طاغوتی طاقتوں نے مسلمانوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے کہ جی آپ نمازیں پڑھیں آپ تسبیحات پڑھیں آپ وظیفے پڑھیں حکومت سے آپ کا کیا کام اور یاد رکھیں معاشرے کو وہ ہی طاقت متاثر کرتی ہے جس کے پاس قوت نافذہ ہوتی ہے۔

آپ کی نماز نماز نہیں رہے گی اگر قوت نافذہ بے نمازی کے پاس ہو گی آپ کے کھانے میں وہ سود شامل کر دے گا معیشت اس کے پاس ہے جو نہیں چاہتا وہ بھی سود ادا کرتا ہے پاکستان کا کونسا شہری ہے جو سود نہیں دے رہا جب آپ کا ملک سود دے رہا ہے آپ اور میں اس ملک کو ٹیکس دے رہے ہیں اسی ٹیکس سے سود جاتا ہے تو کیا ہم سود نہیں دے رہے تو آپ اگر اس نظام کو تبدیل کرنے کی نہیں سوچیں گے تو سود دینے والوں کی نمازیں اور سود لینے والوں کی نمازوں کو قیامت کے دن اللہ منہ پر نہیں دے مارے گا۔ کیا حیثیت ہو گی ان نمازوں اور ان روزوں کی جن نمازوں اور روزوں کے ساتھ ہم سود کی آبیاری کرتے رہے کیا قیمت ہو گی ان عبادات کی جن عبادات کے ہوتے ہوئے ظالم مظلوم پر ظلم کرتا رہے اور عابد و زاہد مظلوم کی فریاد رسی کو نہ پہنچ سکے ظالم کو نہ للکار سکے ظلم کا پنجہ نہ روک سکے تو کیا وہ میدان حشر میں یہ کہے گا کہ اے اللہ میں نمازیں پڑھ پڑھ کر تیرے بندوں کے لیے دعا کرتا رہا یعنی اللہ نے ہمیں پیدا کر کے حکم دیا کہ یہ کام تمہیں کرنا ہے اور ہم بیٹھ کر اسے کہتے ہیں کہ یا اللہ یہ تو خود ہی کر لے یہی جواب ہوا نا کہ اے اللہ تو نے ہمیں مکلف کیا تھا ہم تجھے مشورہ دیتے ہیں کہ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں تم کر لو جیسے موسیٰ علیہ السلام سے قوم نے کہا تھا۔

فاذھب انت و ربک فقٰتلا انا ھھنا قاعدون۔ ہم تو یہ بیٹھے ہیں تم جاؤ لڑو اور اپنے پروردگار کو لے جاؤ لڑتے رہو دونوں۔

اسی طرح کی ایک غلط فہمی بلکہ بہت بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ پوری دنیا پہ کفر مسلط ہو چکا ہے اب اسلام کا احیاء ممکن ہی نہیں یعنی کفر جس کے پاس زندہ رہنے کی کوئی دلیل ہی نہیں کفر جو اللہ سے اعلان جنگ ہے کفر جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے کفر جو محض شیطان کی تابعداری ہے زندہ رہ سکتا ہے اسلام کے واپس آنے کی کوئی امید ہی نہیں کمال ہو گئی یہ وہ پراپیگنڈہ ہے جس میں مسلمانوں کو مبتلا کر کے انہیں بد دل کیا جاتا ہے حق یہ ہے کہ اس دور کے کافر نے بھی یہ طے کر لیا ہوا ہے کہ مسلمان آج بھی اگر اٹھ کھڑا ہوا تو ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

میں نے پچھلے دنوں رچرڈ نکسن امریکہ کے سابق صدر کی یادو

داشتیں پڑھیں اس نے بڑے وثوق سے لکھا ہے اور یہ روس کے فال ہونے سے پہلے کی لکھی ہوئی بات ہے کہ تم خواہ مخواہ سوشلزم سے الجھ رہے ہو سوشلزم تمہیں میں سے ہے تمہارے سوچنے کے انداز میں فرق ہے یا تمہارے نظام معیشت میں فرق ہے لیکن تمہارے نظریات میں فرق نہیں ہے تم بھی اللہ کے منکر ہو وہ بھی اللہ کا منکر ہے تمہارے لئے خطرہ وہ لوگ ہیں جو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تمہارے تین خداؤں کو بھی وہ چیلنج کرتے ہیں اور روس کے خدا کے انکار کو بھی وہ چیلنج کرتے ہیں تمہارا مشترکہ دشمن مسلمان ہے آج روئے زمین کی ساری مسلمان ریاستوں پر کافروں کا تسلط ہے مسلمانوں کی ایک ایک حکومت ان کے ہاتھ میں ہے مسلمان حکومتوں کے سرمائے برطانیہ یورپ اور امریکہ کے بنکوں میں ہیں اور ان کا اپنا کاروبار اس سود پر چلتا ہے جو ان Assets پر ان ملکوں سے انہیں ملتا ہے۔ یہاں کی ہماری دینی تنظیمیں کہنے کو تو سعودی عرب سے پیسہ لے آتی ہیں کہنے کو تو ابو ظہبی سے لے آتی ہیں کہنے کو تو مڈل ایسٹ کے کسی اور ملک سے لے آتی ہیں لیکن یہ بھی سوچا آپ نے کہ وہ پیسہ ہوتا کیا ہے وہ مغرب کے بنکوں کا سود ہوتا ہے۔ جو حکومتیں اپنا نظام حکومت اپنے سرمایے کو سود پر چلا رہی ہیں وہ آپ کو مسجد بنانے کے لیے اصل سے دیں گی یا اسی سود سے دیں گی جو خود کھا رہی ہیں یہ کافر کا ایک طریقہ واردات ہے کہ مسلمان کی ہر اساس میں سود کو داخل کر دو یہ کافر بھی جانتا ہے کہ جہاں رزق حرام ہو گا وہاں سے اسلامی نور کے سوتے نہیں پھوٹ سکتے اور مزے کی بات یہ ہے کہ سرمایہ سارا مسلمانوں کا ہے جس پر کافر خود بھی عیش کرتا ہے اور اسے سود میں کنورٹ کر کے مسلمانوں کو کھانے کو دیتا ہے۔

اس کے ساتھ ہمارے دینی طبقے کا شعور یہ ہے کہ میں کوپن ہیگن گیا ڈنمارک میں مسلمانوں کی بڑی بڑی دکانیں ہیں شراب بیچتے ہیں میں نے کہا خدا کا خوف کرو شراب بیچتے ہو کہنے لگے ہمارے پیر صاحب آتے ہیں پاکستان سے اور وہ کہتے ہیں تم تو Sealed یعنی بند بوتلیں بیچتے ہو بیچ میں شراب ہے یا سرکہ تمہیں اس سے کیا پرسوں میرے پاس انگلینڈ سے خط آیا کہ ہمیں علماء کہتے ہیں کہ کافروں کو شراب بیچنے پہ کونسی پابندی ہے کافر پیتا ہے بیچو یہ آپ کا دین دار طبقہ یہ کہتا ہے۔ میں نے اسے لکھا کہ پینے والے کی بحث نہیں ہے بحث یہ ہے کہ اسلام کہتا ہے خنزیر اور شراب کی تجارت حرام ہے کون پیتا ہے کون نہیں پیتا وہ الگ مسئلہ ہے تو یہ سارا کچھ کیا ہو رہا ہے۔ ہمارا اپنا انگریزی اخبار بڑے مزے سے لکھتا ہے کہ۔

People said Good Bye to Islamic politics

سرخی تھی کہ لوگوں نے اسلامی سیاست کو خدا حافظ (Good Bye) کہہ دیا ہے اور بڑا خوش تھا اسپر ہندوستان کے وزیراعظم نے بیان دیا کہ یہ بہت اچھا ہوا کہ اسلامی سوچ رکھنے والوں کو پاکستان میں کوئی پذیرائی نہیں ملی اور اب اسلامی نظریے سے الگ قسم کے لوگ منتخب ہوئے ہیں تو یہ مسئلہ کشمیر حل کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

اسرائیل اور یاسر عرفات نے ایک دوسرے کو تسلیم کر لیا پتہ ہے کیوں ان کا تو آگ پانی کی دشمنی تھی کیوں اکٹھے ہو گئے اسرائیل کے وزیراعظم نے کہا کہ اسلام میں بنیاد پرستی کی ایک تحریک اٹھ رہی ہے جو فلسطینیوں میں بھی آگئی ہے اور یہ لوگ باقاعدہ پانچ وقت نماز پڑھو حرام نہ کھاؤ سچ بولو برائی نہ کرو بے حیائی سے رک جاؤ اسے یہ بنیاد پرستی کہتے ہیں کہ وہی بنیادی باتیں جو عہد رسالت ماٰب صلی اللہ علیہ وسلم میں تھیں اور اس بنیاد پرستی کو اتنا مطعون کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے وزیراعظم کو بھی کہنا پڑا کہ میں بنیاد پرست نہیں ہوں تو اسرائیل کے وزیراعظم نے یہ فیصلہ کیا کہ بجائے اس کے کہ بنیاد پرست مسلمان آگے آئیں

اس یا سر عرفات کو تسلیم کر لینا چاہیے یہ عملاً تو ہم ہی جیسا ہے نام کا مسلمان ہے عملی زندگی میں تو ہم میں اور اس میں کوئی فرق نہیں اور یا سر عرفات نے بھی یہ سمجھا کہ یہ نمازیں اگر گلے پڑ گئیں تو مصیبت بن جائے گی لہٰذا یہودیوں سے سمجھوتہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ ہمیں وہ پرانا اسلام اپنانا پڑے۔

یہ وہ حالات ہیں جو آپ کے گردو پیش ہیں یہ وہ حالات ہیں جو آپ کے ملک میں ہیں جس کی باسٹھ فیصد دیندار اور شریف آبادی نے ووٹ ہی کسی کو نہیں دیا تو کیا اس حال میں وہ بندہ جس کا دل ذاکر ہے وہ بندہ جس کا وجود ذاکر ہے وہ بندہ جس کا گوشت اور کھال اللہ اللہ کرتی ہے وہ اس بات کا مکلف نہیں ہے کہ اپنے اس ذاکر بدن کو ان طاغوتی طاقتوں کے مقابلے میں لڑا کرے اور کر وہ یہ کام نہیں کر سکتا تو اس کے پاس کیا جواب ہے میدان حشر میں کہ یا اللہ تو نے مجھ پر اتنے انعامات فرمائے ان کے بدلے میں میں نے کون سی خدمت کی کہ میرے سامنے ظلم ہوتا رہا بے حیائی پھیلتی رہی کفر دندناتا رہا اور کافر اپنی من مانیاں کرتے رہے اور میں بھی سود کھا کر زندہ رہا اور کافروں کو سود دے کر قبر میں چلا گیا۔ کیا یہ سب کچھ ہوتا رہنا چاہیے یا کہیں کوئی تو کسی مقام پر اسے روکنے کا سبب بنے اور کیا آپ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے علاوہ کوئی اور اس بات کا زیادہ مکلف ہے اس ضرورت کے لیے آپ کے لیے الاخوان کا پلیٹ فارم بنایا الاخوان میرا دیا ہوا نام نہیں ہے قرآن کریم کا دیا ہوا نام ہے اور الاخوان کی بنیاد اسلام پر ہے رنگ و نسل پر نہیں صوبہ اور وطن پر نہیں زبان پر نہیں قد کاٹھ پر عہدے اور مرتبے پر نہیں ہماری رشتہ داری یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا تعلق یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور سارے مسلمان اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی ہیں۔

آپ کو پتہ ہے سب سے بڑا دھچکا کفر کو تب لگا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لا کر مہاجرین و انصار میں باقاعدہ اخوت کی بنیاد رکھی اور ایک دوسرے کا انہیں باقاعدہ بھائی بھائی بنایا انہوں نے آپس میں گھر بانٹے جائیدادیں ایک دوسرے کو بانٹ دیں بھائی نے بھائی کو حصہ دے دیا تو اس وقت کی دنیائے کفر کے سامنے یہ سب سے بڑا مسئلہ تھا کہ یہ عجیب لوگ ہیں ان میں تو کوئی تفریق ہی نہیں ہے یہ تو سارے ایک وجود اور ایک جان بنتے چلے جا رہے ہیں آپ ان کا کیا بگاڑ لیں گے۔

آپ سب احباب مکلف ہیں کہ ان سارے خطرات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک ایک محاذ پر کفر کا مقابلہ کریں اور سب سے پہلا مقابلہ یہ ہے کہ اس وقت کی انسانی آبادی میں ایک وجود پر تو آپ اسلام کو نافذ کر دیں وہ وجود جو آپ کا اپنا ہے ایک جسم ایک وجود ایک مملکت جو اللہ نے آپ کو دی ہے اس پر تو اسلام کو نافذ کریں جہاں بے شمار لوگ آپ سے کاروباری مفاد لیتے ہیں آپ سے مختلف رشتوں کی وجہ سے منسلک ہیں جہاں آپ کے بے شمار اثرات ان پر ہیں وہاں کیا آپ بیٹے پر بھائی پر دوست پر کاروباری شریک پر جب کہ وہ خود مسلمان ہے یہ احساس اس کا زندہ نہیں کرا سکتے کہ اسلام محض روایت نہیں ہے جو اپنے آپ پر وارد کرنا پڑتی ہے اس کی محض کوئی وردی یا محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ یہ جینے مرنے کا ایک انداز ہے کھانے پینے کا ایک انداز ہے دوستی دشمنی کا ایک انداز ہے دنیا کی کوئی نہ کوئی روش تو بندہ اپناتا ہی ہے حلیے میں بھی کاروبار میں بھی دوستی اور دشمنی میں بھی تو کیا اس سے بہتر روش بھی کوئی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تو پھر کیا مصیبت ہے کہ مسلمان شکل کافروں جیسی بناتا ہے لباس کافروں جیسا پہنتا ہے عادتیں کافروں جیسی اختیار کرتا ہے جب ہے مسلمان تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی چیزیں کیوں اختیار نہیں کرتا کیا اتنا احساس دلوانے کو بھی آپ تیار نہیں ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کی شان میں فرق آ جائے گا ہرگز نہیں بلکہ اس کے بھی اور آپ مکلف ہیں ہم

اس بات کے مکلف نہیں کہ ضرور اسلام کی حکومت قائم ہو یہ اللہ کی مرضی ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ احیائے اسلام اور حکومت اسلامی کے قیام کے لیے جو ہم کر سکتے تھے وہ ہم نے کیا ہے یا نہیں قائم ہو جائے وہ اللہ کا انعام ہے قائم نہ ہو سکے اس راہ میں جان چلی جائے یہ اس سے بھی بڑا انعام ہے یعنی دو میں سے ایک انعام تو مومن کا منتظر ہے مومن کو کبھی شکست نہیں ہوتی مومن ہر حال میں فاتح ہے یا اپنے مقصد کو پالے گا وہ فاتح ہے یا مقصد کو پانے کے لیے جان دے دے گا وہ شہید ہے وہ بھی فاتح ہے۔ نہ میں کوئی رواجی تقریر نہیں کر رہا اور نہ میں آپ کو شعلہ بیانی کا قائل کرنے کے لیے بیٹھا ہوں میں ایک درد دل آپ سے زیر بحث لانا چاہتا ہوں میں سمجھنا اور سمجھانا چاہتا ہوں اور میں آپ کو یہ بتا دوں کہ لوگوں نے آج پورے ملک میں دیواروں پر مکانوں پر گلیوں میں بازاروں میں اپنے اپنے مسلک کے مذہبی مسلک کے بھی اور سیاسی مسلک کے بھی جگہ جگہ جھنڈے لگا رکھے ہیں کہیں سیاہ ہے کہیں سبز سرخ سیاہ پرچم ہے کہیں مسلم لیگ کا سبز پرچم ہے الاخوان کے لیے جو پرچم ترتیب دیا گیا ہے یہ کسی لیگ وغیرہ کا نہیں ہے اس کا بھی ایک پس منظر ہے میں آپ سے عرض کرتا چلوں کہ گذشتہ برس عمرہ کے دوران صفا اور مروہ کی سعی کرتے ہوئے مروہ پر کھڑے ہو کر ہم دعا کر رہے تھے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے میں نے دیکھا بیت اللہ سے ایک تجلی نکلی اور باب فتح تک جاتے ہوئے وہ پھیلتی چلی گئی باب فتح پر روشنی کا ایک ہالہ بن گیا جس میں پوری دنیا کا نقشہ ابھرا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس پر سبز پرچم لگا دیا میرے خیال میں وقت اور تاریخ کے ساتھ یہ کرنل صاحب کے پاس نوٹ ہو گا مجھے یاد ہے میں نے وہیں کھڑے کھڑے انہیں کہا تھا کہ یہ نوٹ کر لیجئے اس ساری کیفیت کو روئے زمین کے اس نقشے کو اسی پرچم میں سمو کر اس پر مہر نبوت ثبت کر کے ہم نے الاخوان کو جھنڈا دیا ہے اس مشاہدے کی نسبت سے یہ محض جھنڈا نہیں ہے یہ اعلان ہے اس بات کا کہ اس مشاہدے کو انشاء اللہ العزیز ہم حق ثابت کریں گے اور ہم اس کے مکلف ہیں۔ میں آپ سب سے یہ گذارش کروں گا کہ آپ اس جھنڈے کو عام کیجئے یہ صرف جھنڈا نہیں یہ ہزاروں بلاؤں کو ٹالنے کی دوا بھی ہے یہ اللہ سے اطاعت کا اعلان بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کا اعلان بھی ہے یہ ہماری اور ہمارے گھر کی شناخت بھی ہے اور اس میں وہ برکات بھی ہیں کہ آسمان سے آنے والی ہزاروں بلاؤں کو ٹالنے کا سبب بن سکتا ہے اس کے پیچھے ایک پوری فلاسفی ہے اس کے پیچھے ایک پورا مشاہدہ ہے اور اس حق بات کا مشاہدہ ہے جو اللہ کریم نے بیت اللہ میں باوضو سعی کرتے ہوئے مجھے دکھایا تھا اور میرا ایمان ہے کہ یہ اسلام کو نشاۃ ثانیہ کا سبب اور بنیاد فراہم کی گئی ہے اس میں ہمیں محض برکات حاصل کرنی ہیں کام کرنے کے لیے اللہ کی عطا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کافی ہے اور یہ کام انشاء اللہ ہو کے رہے گا۔ میں یہ چاہوں گا کہ آپ زائد جھنڈے لے کر جائیں اور ہر مکان ہر دیوار ہر گھر ہر گلی پر اس جھنڈے کو لگائیں میں یہ چاہوں گا کہ آپ میں سے ہر ایک کے سینے پر الاخوان کا بیج جس پر مہر نبوت ثبت ہے لگا ہوا نظر آئے یہ جتنی دیواروں پر مختلف نعرے لکھے ہوئے ہیں ان سب کو مٹا کر ان پر الاخوان کو لکھ دو گلی گلی دیوار دیوار شہر۔ میں آپ کو یہ درخواست کروں گا کہ آپ بیماری سے شفا کے لیے مصیبت سے نجات کے لیے جو منتیں مانتے ہیں ان کا رخ اس طرف کر دیجئے کہ یا اللہ اس مصیبت سے نجات دلا دے میں دس دیواروں پر لکھ دوں گا کہ رب کی دھرتی رب کا نظام آپ جو منتیں مانتے ہیں وہ اس مشن کے احیاء کے لیے اس میں حصہ دیں۔ اپنی طاقت میں سے اپنے اثر و رسوخ میں سے اس احیائے اسلام کی تحریک کا حصہ نکالیے۔

اور یہ بھی یاد رکھیے کہ جو کام اللہ کریم کرنا چاہتے ہیں بندے کی محض سعادت ہوتی ہے کہ اس میں شامل ہو جائے۔ میں نے جہاں انگریزی اخبار کا یہ تبصرہ پڑھا وہاں ایک بہت اچھے دین دار اور مخلص ساتھی کی بات بھی میری نظر سے گزری اور اس سے بھی مجھے بڑا دھچکا لگا ان پر سوال کیا گیا کہ آپ کیا سمجھتے ہیں احیائے اسلام کے لیے یہ امت مسلمہ کچھ کام کر جائے گی تو میجر شہاس صاحب کو جو اسلام آباد میں رہتے ہیں اور بہت خلوص کے ساتھ دین کا کام کرتے ہیں ان کا جواب یہ تھا کہ مجھے کوئی امید نہیں ہے اللہ قادر ہے وہ اپنے لفظ کن سے کرسکتا ہے کوئی اور قوم چاہے تو بھیج دے یہ قوم کام نہیں کرے گی۔ کیا آپ لوگ واقعی اتنے گئے گزرے ہیں۔ یہ بھی کفر کا پراپوگنڈہ ہے جو ہمارے دیندار طبقے کی قیادت میں سمو دیا گیا ہے کہ یہ لوگ کچھ نہیں کرسکتے ارے کافر کا بچہ کرسکتا ہے اور مومن کچھ نہیں کرسکتا یہ کہاں کا فلسفہ ہے یار سکھ کا بچہ لڑ رہا ہے وہ کہتا ہے میں خالصتان بناؤں گا یہودی دنیا کی مغضوب ترین قوم ہے وہ مسلط ہو کر لوگوں پر بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ میں دی گریٹر (E GREATER TH) اسرائیل بناؤں گا۔ دنیا کا ہر کافر کا بچہ اپنا وجود منانے پر مصر ہے اور مسلمانوں کی قیادت یہ کہہ دیتی ہے کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے آخر کیوں جس قوم کو اللہ کی تائید حاصل ہے جس قوم کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت و سیادت حاصل ہے وہ کچھ نہیں کرسکے گی اور کافر کر لے گا عجیب بات ہے یہی وہ پراپوگنڈہ ہے جس کی مار مسلمانوں کو دی جارہی ہے تو کیا آپ اس کو غلط ثابت کردیں گے (انشاء اللہ)

یار اٹھو! ثابت کردو کہ مسلمان آج بھی سب کچھ کرسکتا ہے اس لیے کہ مسلمان کے ساتھ اللہ کی طاقت ہے مسلمان کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات ہیں مسلمان کے ساتھ ایک پوری تاریخ اسلام ہے جس نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور حق نے ہمیشہ اس کا ساتھ دیا۔ تو میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ میں سے ہر آدمی الاخوان کا سفیر بن جائے اور اس جھنڈے کو ہر بینرے پر ہر دیوار پر سربلند کرے ہر کھمبے پر ایک جھنڈا گاڑ دو ہر دیوار پر الاخوان لکھ دو ہر گلی میں یہ نعرہ دے دو ہر بچے بوڑھے کی زبان پر یہ نعرہ دے دو کیوں نہیں کرسکتے آخر آپ۔

اور آخری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے راہ نجات کا پمفلٹ پڑھا ہے اور اس کے جواب میں وہ اپنا "منظور ہے" لکھتے ہیں بہت اچھی بات ہے لیکن بعض ساتھیوں نے اپنا پتہ نہیں لکھا۔ یہ جتنے خطوط جاتے ہیں ان کا ایک رجسٹر مرتب ہورہا ہے تاکہ ہمیں پتہ بھی ہو کہ یہ جانباز کتنے ہیں۔ تو جن کا پتہ ساتھ نہیں ہوتا ان کا اس رجسٹر میں اندراج نہیں کیا جاتا اس لیے جن لوگوں نے منظور ہے تولکھا ہے ساتھ اپنا پتہ نہیں لکھا وہ دوبارہ لکھیں اور ساتھ اپنا پتہ لکھیں۔ دوسری بات یہ یاد رکھیے کہ اس خط کو ذریعہ بنا کر اس میں اپنی باتیں داخل نہ کریں جن کے لیے الگ خط لکھیں اس خط میں جتنے لوگوں نے یہ کوشش کی ہے ساتھ واپسی لفافہ بھیجا ہے وہ میں نے پھاڑ دیا ہے اور جواب نہیں دیا اگر واپسی پتہ تھا تو وہ نام میں نے فہرست میں لکھ لیا ہے آپ فاؤل پلے نہ کریں ہر کام کا اپنا ایک اسلوب اور اپنا ایک طریقہ ہے اس کا جو جواب ہے اس کے صرف دو لفظ چاہئیں کہ آپ کو منظور ہے اور اس کے ساتھ آپ کا پتہ کہ آپ کون ہیں کہاں رہتے ہیں۔ اور یہ بات صرف منظور ہے پر نہیں ختم ہو جائے گی اس پمفلٹ کو دوبارہ پڑھیے آپ کو تنفیذ اسلام میں اپنی ساری محنت بھی صرف کرنا پڑے گی۔

برائے دعائے مغفرت

حسین احمد ولد مہر رحیم بخش (امیر جماعت ضلع لودھراں کے والد وفات پا گئے ہیں۔

دین اور دنیا

مولانا اکرم اعوان

انسان کی ضروریات ہر زمانے اور ہر دور میں ایک سی رہی ہیں ان کی تکمیل کے ذرائع جوں جوں اللہ نے علم دیا جوں جوں ایجادات ہوئیں تو انہی ضروریات کی تکمیل کے ذرائع بدلتے رہے۔ بنیادی ضروریات تھیں انسان کا کھانا لباس گھر بچے۔ وہ بنیادی ضروریات اس انسان کی بھی تھیں جو آدم علیہ السلام کے صلب سے پیدا ہو کر دنیا میں آیا خود آدم علیہ السلام کی بھی تھیں اور جو آخری انسان جس پر قیامت قائم ہو گی اس کی بھی ہوں گی ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ تبدیلی اگر ہوئی تو انہی ضروریات کو پورا کرنے کے ذرائع میں۔ جوں جوں انسانی علوم نے ترقی کی تو شاید کسی زمانے میں محض پھل توڑ کر کھاتے رہے ہوں یا محض دانے پھانکتے رہے ہوں تو اب ایک قسم کے غلے سے بیسیوں قسم کے کھانے بنائے جاتے ہیں مختلف پھلوں کو ملا کر مختلف آمیزے تیار کر لیے جاتے ہیں اسی طرح کبھی پیدل سفر کیا گھوڑے اونٹ پر کیا لوگوں نے اب وہ ہوائی جہازوں پہ سفر کر رہے ہیں تو ذرائع بدلتے رہے ضرورتیں وہی رہیں۔

اسلام میں اور کفر میں بنیادی فرق کیا ہے کفر انسانی زندگی کو ضروریات کی تکمیل پہ لگا دیتا ہے لیکن کفر کا اگر آپ مطالعہ کریں کسی بھی قسم کا کفر ہے تو کفر نے جو مذہبی رسومات ایجاد کی ہیں ان کے ساتھ بھی ضروریات زندگی کی تکمیل کو وابستہ کر دیا ہے اس بت کی پوجا کرو اولاد دے گا اس بت کے پاس جاؤ دولت ملے گی اس کے پاس جاؤ فلاں ضرورت پوری ہو گی اس بت کے پاس جاؤ فلاں ضرورت پوری ہو گی یعنی کفر میں اگر دین ہے تو وہ بھی دنیا ہی ہے کفر کا جو مذہب ہے وہ بھی دنیا ہے تو جو حصول دنیا ہی مقصد حیات ٹھہرا تو پھر لوگوں کو اس کے لیے حدود و قیود کی ضرورت نہیں تھی جھوٹ بول کر بھی دنیا حاصل کی رشوت لے کر بھی دنیا حاصل کی ڈاکہ ڈال کر بھی دنیا حاصل کی چوری کر کے بھی دنیا حاصل کی چونکہ مقصد دنیا جمع کرنا تھا اور دولت دنیا جو تھی وہ ضروریات کی تکمیل کا بنیادی سبب تھا تو مقصد حیات ہی جب دنیا اور دنیاوی ضروریات کی تکمیل ٹھہرا تو پھر جس طرح [illegible] سکے لوگ جمع کرتے رہے۔

اسلام نے سب سے بڑی تبدیلی یہ کی تھی کہ مقصد محض تکمیل ضروریات نہیں ہے محض حصول دنیا نہیں ہے بلکہ مقصد خالق کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔ جس نے ہمیں بنایا جس نے یہ دنیا بنائی اور صرف دنیوی زندگی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد پھر اصل حقیقی زندگی شروع ہو گی اور دنیا امتحان گاہ ہے کہ بندہ ضروریات میں پڑ کر اپنے مالک کو بھول جاتا ہے یا مالک کو یاد رکھ کے اپنی ضروریات پوری کرتا ہے ضروریات کی تکمیل بدن کی بقا کے لیے ہے وجود کی حیات کے لیے ہے اور بدن کی بقا اور وجود کی حیات اس لیے ہے کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کرے یعنی اسلام نے پریارٹی چینج کر دی۔ جن لوگوں کا اللہ کے ساتھ ایمان نہیں تھا ان کی پریارٹی تھی حصول دنیا اللہ کے ساتھ ایمان نصیب ہوا تو پریارٹی ہو گئی اللہ کی رضا۔

اب مسلمان کو بھی دنیا میں زندہ رہنا ہے اسے کھانا بھی کھانا ہے گھر بھی بنانا ہے اس کے بیوی بچے بھی ہیں انسانی ضروریات ساری اس کی ہیں تو اسلام نے کسی ضرورت کو پورا کرنے یا اس کی تکمیل سے روکا نہیں انہیں ضروریات کو پورا کرنے کے حسین طریقے بتائے ہیں جس سے دوسری نوع انسانی کو تکلیف نہ ہو لوٹ کھسوٹ نہ ہو چوری ڈاکہ نہ ہو ایک دوسرے کا حق نہ چھینا جائے اور ظلم نہ کیا جائے ایک دوسرے پر بلکہ جائز وسائل سے دنیا کا کمانا بھی ویسا ہی عبادت ٹھہرا جیسا نماز روزہ حج و زکوۃ ہے۔ ہماری

مصیبت یہ ہے کہ اس موضوع پہ بات ہی بہت کم لوگ کرتے ہیں دراصل حصول رزق حلال ویسا ہی فرض ہے جیسا نماز روزہ فرض ہے اور حرام سے بچنے کا حکم اتنا ہی شدید ہے جتنا دوسرے گناہوں سے بچنے کا بلکہ رزق حلال کا اکتساب اتنی بڑی عبادت ہے کہ اگر رزق حرام ہو جائے تو دوسری ساری عبادتیں ضائع ہو جاتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد بخاری شریف میں موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی بہت دور دراز سفر کر کے بیت اللہ حاضر ہوا راہ میں اس کے کپڑے غبار آلود ہوں گے بال پریشان ہوں گے اور سفر کی تھکاوٹ اس کے چہرے پہ عیاں ہو گی بڑی بے قراری سے طواف کرتا ہوا پکار رہا ہو گا یا رب یا رب یا رب لیکن اس کی اس پکار کا جواب بارگاہ الوہیت سے نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ اس کا رزق اس کا کھانا پینا اس کا لباس حلال سے نہیں ہے۔

یعنی بنیادی بات اگر رزق حلال ہی نہیں ہے جھوٹ بول کر رزق حاصل کیا دھوکا دے کر حاصل کیا دوسرے کا حق مارا تو بدن کا وہ حصہ وہ خون کا قطرہ گوشت کا وہ لوتھڑا حدیث شریف میں آتا ہے کہ بدن کا جو حصہ حرام کے رزق سے بنے گا گوشت بنا بال بنا ہڈی بنی خون بنا۔ النار اولی بہ ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حرام کے رزق سے وجود کا جو حصہ بنا اس کے لیے بہتر جگہ دوزخ ہی ہے آگ ہی اسے زیب دیتی ہے یعنی حرام کا گوشت جنت میں نہیں جائے گا اسی لیے ارشاد ہوتا ہے کہ مومن کا اگر ایمان بچ گیا اور اسے نجات بھی ہوئی لیکن اس نے کبھی حرام کھایا حرام کا گوشت اس کے وجود پر ہے تو پہلے اسے جہنم جھونکا جائے گا وہ حرام جلے گا اس کی جگہ اللہ نیا گوشت دے کر اسے جنت بھیجیں کے حرام کا جو حصہ ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

تو یہاں پریارٹی چینج ہو گئی کہ حصول رزق منع نہیں ہے دولت کمانا منع نہیں ہے اچھا لباس پہننا منع نہیں ہے اچھی سواری رکھنا منع نہیں ہے شادی کرنے پہ روکاوٹ نہیں گھر بنانے پہ روکاوٹ نہیں لیکن ان حدود کے اندر رہ کر جن حدود کی شریعت اجازت دیتی ہے جائز وسائل سے رزق حلال پیدا کریں نکاح کے محل ہیں جہاں نکاح جائز ہے وہاں کریں جہاں سے شریعت نے روک دیا ہے وہاں نہ کریں گھر ضرور بنائیں لیکن دوسرے کی زمین پر قبضہ کر کے نہیں دوسرے کی دولت چھین کر نہیں۔ بچوں کو ضرور پڑھائیں اچھا پڑھانا والدین کی ذمہ داری ہے لیکن یہ ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ صرف دنیا ہی پڑھائیں مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کو مسلمان بنائیں بنیادی طور پر وہ مسلمان ہوں وہ انجینئر بنیں ڈاکٹر بنیں سائنٹسٹ بنیں فلاسفر بنیں ہمت کریں اور دنیا کے ہر میدان میں اقوام عالم سے مقابلہ کریں اور ان پر سبقت لے جائیں یہ اس کی اس میں اس بندے ہی کی نہیں اس کے دین کی بھی عزت ہے مسلمان قوم کی بحیثیت قوم عزت ہے اور مسلمان کو چاہیے کہ وہ دنیا کی کسی قوم سے پیچھے نہ رہے لیکن اسلام کو چھوڑ کر اس دوڑ میں شامل ہو گیا تو پھر اس نے کچھ نہیں کمایا بہت بڑا انجینئر بن گیا بہت بڑا سائنٹسٹ بن گیا بہت بڑا فلاسفر بن گیا لیکن اسلام کا دامن اس سے چھوٹ گیا تو پھر اس نے کچھ نہیں کمایا چونکہ فلاسفر تو غیر مسلم بھی ہیں سائنسٹ تو غیر مسلم بھی ہیں ڈاکٹر تو غیر مسلم بھی ہیں انجینئرز تو غیر مسلم بھی ہیں تو پھر وہ انہی میں شامل ہو گیا مسلمان انجینئر مسلمان ڈاکٹر اور مسلمان فلاسفر تو نہ بن سکا اب یہ کتنا ضروری ہے۔

اسلام یہ ہے کہ دنیا کا کام بھی دین کے لیے کیا جائے آخرت کے لیے کیا جائے اللہ کی رضا مندی کے لیے کیا جائے یہ اسلام ہے اور محض اور صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے محنت کی جائے یہ اسلام نہیں اب اس پریارٹی کا اطلاق کہاں تک ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کی حیات مبارکہ تریسٹھ برس جو دنیا میں تھی وہ ساری بڑی پر مشقت بڑی مشکل اور ہر لمحہ

ایک نیا امتحان اور آزمائش تھی اس سب میں ایک بہت بڑی آزمائش یہ بھی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دنیا کی دولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کے مطابق نہیں آئی۔ صحابہ میں بعض لوگ بڑے امیر تھے خدام میں بعض لوگوں کے پاس دولت تھی لیکن خود خانوادہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہ کبھی دولت کا گزر نہیں ہوا۔ بلکہ حیات طیبہ میں ایک دن بھی ایسا نہیں ملتا کہ جس دن دو وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا ہو پوری حیات مبارکہ میں تمام سیرت کی کتابیں دیکھ لیجئے تو اس بات پہ سب متفق ہیں کہ کسی بھی دن اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کا کھانا اگر گھر سے دستیاب ہوا ہے تو شام گھر میں کھانا نہیں تھا اور یہ حال بھی رہا کہ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک چاند طلوع ہوتا تھا پھر وہ مہینہ پورا ہو جاتا تھا پھر دوسرا چاند طلوع ہوتا تھا وہ اپنا وقت پورا کر لیتا تھا تیسرا چاند طلوع ہو جاتا تھا اور اس سارے عرصے میں کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہ آگ نہیں جلائی جاتی تھی اس لیے کہ پکانے کے لیے کوئی چیز ہی نہیں ہوتی تھی تو عرض کیا گیا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا گزارا کیسے ہوتا تھا کیا کھاتے تھے فرمایا ہدیے میں دودھ آ جاتا تھا اور دودھ پی لیتے تھے کھجوریں آ جاتیں اور کھجوریں کھا کر پانی پی لیتے تھے آگ پر پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی تو اتنا وہ جو ہے مشکل وقت رہا اور باہر سے آ جاتے تھے سفیر سفراء دوسرے قبائل کے دوسری حکومتوں کے کہ نبی علیہ السلام کرتہ مبارک دھونے کے لیے دیتے تو اتنی دیر اندر تشریف فرما رہتے کہ وہ دھل کر خشک ہو جائے اسے پہن کر باہر ملاقات کی جائے پھر فتوحات بھی ہوئیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استعمال فرماتے وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترم یا ام المومنین استعمال فرماتیں تھا ہی نہیں اتنی دولت ہی نہیں تھی اتنا سرمایہ ہی نہیں تھا کہ بنایا جا سکے۔

تو جب مال غنیمت آیا مال غنیمت آتا اور لوگوں میں تقسیم ہو جاتا تو ازواج مطہرات نے آپس میں یہ طے کیا کہ اب چونکہ مال آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ہے دیں مسلمانوں کو ضرورت مندوں کو دیں لیکن اب اتنا تو ہمیں بھی دیں کہ دروازے میں پٹ ہیں جلانے کے لیے چراغ ہو جائے کوئی ہانڈی پکانے کے لیے دو برتن ہو جائیں کم از کم ہر گھر میں دو بستر ہو جائیں تو کچھ ضرورت کی جو چیزیں ہیں کچھ تو مال غنیمت میں سے ہمیں ملنی چاہیں چونکہ اب مال غنیمت آ رہا ہے جب نہیں تھا تب تو صبر شکر کے سوا چارہ نہیں تھا تو اب اگر ہے تو ضرور مسلمانوں کو بھی بانٹا جائے لیکن کچھ تو ہو تو سب نے اس معاملے پہ اتفاق کر کے بات بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بات سنی اور خاموش ہو گئے یہاں بات ہوئی پریارٹی کی اور امت کو سکھانے کی یہ بات صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی نہیں تھی یہ بات پوری امت کی تعلیم کے لیے تھی تو جواب رب کریم نے دیا جو آج بھی اللہ کی کتاب میں ویسے کا ویسا بغیر کسی نقطے بغیر کسی زیر و زبر کی تبدیلی کے موجود ہے فرمایا اللہ نے فرمایا اس سوال کا جواب اللہ نے دیا فرمایا۔

یا یھا النبی۔ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمہاری پریارٹی چینج ہو گئی ہے اور اب تم دولت چاہتی ہو دنیا کے زیورات اور زیب و زینت چاہتی ہو اچھا گھر ہو خوبصورت لباس ہو زیورات ہوں پیسے ہوں پاس۔ تو آؤ۔ میں تمہیں مالا مال کر دیتا ہوں مال غنیمت جو آتا ہے اس میں سے ڈھیروں دولت تمہیں دے دیتا ہوں لیکن اگر دولت ہی مقصد ہے تو پھر دولت ہی رہے گی۔

میں تم سے ناراض بھی نہیں ہوتا لیکن میں تمہیں اپنے سے الگ کرتا ہوں تم پھر نبی علیہ السلام کی بیویاں نہیں رہو گی یہ نہیں کہ تمہارا ایمان چھن جائے گا یا کافر ہو جاؤ گی یا اسلام سے

نکل جاؤ گی یہ نہیں لیکن جو منصب عظیم تمہارے پاس ہے کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہو تم اس برتن میں کھاتی ہو جس میں اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھاتا ہے تم اس بستر میں لیٹتی ہو جس میں اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتا ہے تم اس کمرے میں رہتی ہو جس میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم رہتا ہے اور وہ رفاقت تمہیں برزخ میں بھی نصیب ہو گی تمہیں آخرت اور جنت میں بھی نصیب ہو گی کہ مقام محمود جو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو کسی دوسرے کا نہیں وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی تو ہوں گی تو اتنی بڑی دولت جو تمہارے پاس ہے یہ نہیں رہے گی اگر تم صرف دنیا ہی چاہتی ہو تو سیدھے دنیا لے لو۔

آؤ میں تمہیں مالا مال کر دوں میں تمہیں دولت کے ڈھیر دے دوں۔ لیکن میں تمہیں خود سے بڑی خوبصورتی سے بغیر کسی ناراضگی کے الگ کر دیتا ہوں پھر تمہیں عام مسلمانوں میں رہنا ہو گا عام مسلمانوں کے ساتھ حساب دینا ہو گا عام مسلمانوں کی صف میں روز حشر کھڑا ہونا ہو گا اور نجات ہوئی تو بھی عام مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہو گا وہ تخصیص وہ بزرگی وہ عظمت وہ نہ رہے گی اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑنا چاہتیں اگر تم آخرت کی اس عظمت کو نہیں چھوڑنا چاہتیں تو پھر لب کھولنے کی اجازت نہیں پھر پرپارٹی مقرر کرنا تمہارا کام نہیں ہے صرف اللہ کا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں پھر تمہارے ساتھ یہ وعدہ کیا جاتا ہے۔

کہ اللہ تمہیں وہ وہ انعامات دے گا جو تمہارے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوں گے اتنے بڑے ہوں گے کہ کوئی ان کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔

تو جب یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور فتوحات میں مال غنیمت بھی آیا لیکن چونکہ نو مسلم جو تھے وہ زیادہ ضرورت مند تھے ان میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو قبائل چھوڑ کر آ گئے بہت سے لوگ ایسے تھے جو گھر چھوڑ کر ہجرت کر کے آ گئے پھر جو بھی اسلام قبول کرتا تھا اسے اپنے کافرانہ ماحول سے ایک قسم سے رد کر دیا جاتا تھا تو اس کی احتیاج بڑھ جاتی تھی نہ اس کی کوئی خیریت کی خبر لینے والا نہ اس کے پاس کوئی گھر نہ اس کے پاس زمین نہ اس کے پاس کھانے کو رہتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو مال غنیمت بھی آتا اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارا تقسیم فرما دیتے اپنا حصہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی ہوتا وہ بھی مسلمانوں پہ بانٹ دیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ تو ظاہر ہے خانوادہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہ وہی صورت رہ جاتی۔

تو ایک دفعہ ازواج مطہرات نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم نے مدت سے تنگی ترشی بھوک پیاس ہر قسم کی برداشت کی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر زوجہ محترمہ کا ایک الگ گھر تھا گھر کیا تھا ایک حجرہ سا ہوتا تھا اور بعض گھروں میں لکڑی کے پٹ لگے ہوئے تھے ایک ہی جو طاق ہوتا ہے اس دروازے کو بند کرنے کے لیے ایک پنھہ تھا اور بعض میں وہ بھی نہیں تھے دروازے پہ ٹاٹ یا کمبل لٹکا رہتا تھا جس سے دروازہ بند ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی گھر میں دو بستر نہیں تھے بعض گھروں میں بستر بنا ہوا تھا اس میں کھجور کے پتے ڈال کر وہ اوپر چمڑے کا بنا کر غلاف اس میں کھجور کے پتے ڈال کر وہ گدا سا بنا ہوا تھا بعض گھروں میں وہ بھی نہیں تھا ایک ہی کمبل ہوتا تھا جو آدھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیچے بچھا لیتے آدھا پلٹ کر اوپر لے لیتے سردیوں میں اوپر لے لیتے گرمیوں میں نیچے بچھا رہتا یہی بستر ہوتا تھا اور کسی زوجہ محترمہ کے لیے بھی الگ یا دوسرا بستر موجود

نہیں تھا جس گھر یہ بھی تشریف فرما ہوتے تھے وہی بستر نبی کریم وسلم نے پڑھ کر سنائیں تو سب سے پہلے یہ آیات مبارکہ جیسے نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پڑھ کر سنائیں اور فرمایا اللہ کا یہ جواب آیا ہے کہ دو میں سے ایک کا انتخاب کر لو یا آخرت کا اس کے ساتھ تمہیں میری رفاقت بھی نصیب ہو گی میرا گھر بھی نصیب ہو گا میری زوجیت بھی نصیب ہو گی اور اللہ کی رضا بھی اور یا دنیا کی دولت کا اور عام لوگوں کی صف میں کھڑے ہو جاؤ اپنے امتحان کو اس کا سامنا کرو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اور اللہ کی ذات کو منتخب کرتی ہوں فرمایا والدین سے مشورہ کر لو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں والدین کے مشورے کی گنجائش نہیں ہے یہ میرا ذاتی معاملہ ہے فرمایا دوسری جو تمہاری رفیق ہیں ازواجات مطہرات ہیں ان سے پوچھ لو فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا فیصلہ تو یہ ہے میں باقی سب سے بھی پوچھ کر عرض کر دیتی ہوں تو کسی نے بھی امارت دولت خوبصورت محل اور غلاموں کی خواہش نہ کی اس لیے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کسی نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی اختیار نہیں کی الگ نہیں ہوئیں۔

تو گویا اسلام نے پریارٹی مقرر کر دی کہ اب ازواج مطہرات سے قریب تر بندہ تو نبی علیہ السلام کے کوئی نہیں سب سے قریب تر بندہ تو نبی علیہ السلام کے کوئی نہیں سب سے قریب تر بندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ہے وہ صحابی ہے اور ازواج مطہرات ساری صحابیات بھی ہیں اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی ہیں تو اگر ان کے لیے یہ پریارٹی نہیں ہے کہ وہ دنیا کو دین پر مقدم کریں بلکہ پریارٹی یہ ہے کہ مقدم دین رہے دینی نقصان نہ ہو دین میں کمی نہ ہو تو دولت جتنی کمائی جا سکے کماؤ جتنا مال حاصل کیا جا سکے کرو جتنا آرام نصیب ہو کرو جتنا عہدہ مل سکتا ہے حاصل کرو جو کام بھی دنیا کا مسلمان کرتا ہے وہ کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اس سارے کا حاصل اللہ کی رضا ہو آخرت ہو اور دین کی سربلندی ہو۔

ہم نمازیں پڑھتے ہیں ہم نے نمازیں چھوڑ نہیں دیں بے شک بے شمار لوگ نہیں پڑھتے لیکن آپ کسی بھی آذان کے وقت کسی شہر میں چلے جائیں تو مسجدوں میں بھی جگہ نہیں ملتی نمازیں پڑھنے والے لوگ بھی بڑے ہیں روزے رکھنے عبادت کرنے اور حج کرنے والے لوگ بہت ہیں اس کے باوجود مسلمان بحیثیت قوم دن بدن ذلت اور رسوائی کی طرف کیوں جا رہا ہے اس لیے کہ میری رائے میری ناقص عقل کے مطابق جو میں سمجھ سکا ہوں اس کے مطابق ہم نے پریارٹی بدل لی ہے ہم دوکان سے نہیں اٹھ سکتے نماز ضائع کر سکتے ہیں ہم چند روپے کا منافع نہیں چھوڑ سکتے عبادات چھوڑ سکتے ہیں ہمیں اگر کہا جائے کہ یہ جو پیسہ آ رہا ہے یہ حلال نہیں ہے تو اس کی پرواہ ہم حرام لے لیں گے سود لے لیتے ہیں اس کے ساتھ نماز روزہ کرتے رہتے ہیں کیوں کہا جاتا ہے حکومت سود بند کر دے حکومت کیا کرے گی اگر ملک میں کوئی شخص سود کھانے کو تیار نہ ہو حکومت کیا کرے گی وہ تو خود بخود بند ہو جائے گا وہ ساری حکومت ہی تو نہیں لیتی میں لیتا ہوں آپ لیتے ہیں تو اگر ساری پبلک ہی سود کی ڈیلنگ مسلمان سارے ہی سود کا کاروبار چھوڑ دیں تو حکومت تو خود بخود ہی بند کرے گی حکومت کہاں سے کرے گی لیکن جو نعرے لگاتے ہیں سود بند کرو اس کے اپنے اکاؤنٹ پر سود ہی آتا ہے۔ یعنی ہماری جو ہے نا پریارٹی کہ آخرت مقدم ہو اللہ کی رضا مقدم ہو اللہ کی خوشنودی کو اولیت دی جائے اور اس کے تابع سارے کام کیے جائیں وہ بدل گئے پریارٹی ہم نے بھی دنیا کو دے دی دولت ضرور ملے دین رہے یا نہ رہے پیسہ ضرور ملے عہدہ ضرور ملے اور ہر بندہ اس دوڑ میں لگا ہوا ہے کہ

کوئی مرے یا جئے میں اقتدار حاصل کر لوں کوئی مرے یا جئے میں دولت جمع کر لوں کچھ ہو جائے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ ہمارے ملک میں جو لوٹ مچی ہوئی ہے اور جو حال ہے انصاف کا سیکورٹی کا قومی معاملات کا۔ اگر خدانخواستہ یہ ملک ٹوٹتا ہے یا تباہ ہوتا ہے یا کوئی دوسری قوم اس پر قبضہ کرتی ہے تو یہ جو لوگ لوٹ رہے ہیں وہ کہاں جائیں گے۔ انگریز باہر سے آیا تھا اس نے ملک فتح کیا وہ فاتح تھا اس نے لوٹا وہ گھر چلا گیا۔ شمالی اقوام آئیں انہوں نے لوٹا افغان حکمران آئے انہوں نے لوٹا وہ چلے گئے انہوں نے فتح کیا تھا انہوں نے لوٹا وہ چلے گئے منگول آئے انہوں نے لوٹا انہوں نے حکومتیں کیں انہوں نے عیش کئے وہ چلے گئے۔ لیکن جو لوگ یہیں کے ہیں یہیں پیدا ہوئے یہیں مریں گے یہیں دفن ہوں گے یہ کس خوشی میں لوٹ رہے ہیں یہ لوٹ کر کہاں جائیں گے یعنی جس مکان میں جس گھر میں وہ رہتے ہیں اسی کی دو دیواروں سے دو دو اینٹیں ہم چھینا جھپٹی میں نکال رہے ہیں یہ میری ہو گئیں یہ میری ہو گئیں یہ میری ہو گئیں جب چھت گرے گی ہم جائیں گے کہاں وہ تو جنہوں نے نہیں لی وہ بھی اور جنہوں نے لوٹی ہیں وہ بھی اس کے نیچے دب جائیں گے۔

تو یہ لوٹ اس لیے مچ گئی کہ ہر بندہ صرف دنیا چاہتا ہے اسے اس کی فکر نہیں آخرت میں کیا ہو گا اللہ کے نزدیک میں کیا جواب دوں گا اس مال پہ تو والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں جی اولاد دھکے مارتی ہے تو وہ جس اولاد کو آپ نے حرام کھلا کر پالا وہ آپ پر پھول برسائے گی یعنی جس اولاد کو ہم غذا ہی حرام کی دیتے ہیں رشوت کی دیتے ہیں چوری کی دیتے ہیں وہ ہم پر پھول برسائے گی میں لاہور گیا تو ایک بوڑھے سے بزرگ بڑے سوٹڈ ٹائی شائی باقاعدہ باندھی ہوئی اس عمر میں بھی چل پھرنے سے بھی معذور تھے بوڑھے تھے اور کہتے تھے بڑا پڑھایا بچوں کو بہت ہائلی کوالیفائڈ اور بڑے بڑے عہدوں پر متمکن ہیں لیکن مجھے تو اب گھر میں گھسنے بھی کوئی نہیں دیتا اور اکیلا تنہا پڑا رہتا ہوں اور کوئی نہ کھانا پوچھتا ہے نہ پانی پوچھتا ہے اور نہ کوئی بات کرنے کو آتا ہے تو میں نے کہا بابا آپ تھے کون؟ میں محکمہ نہر کا ایس ڈی او تھا تو تھوڑی رشوت لی ہوتی انہیں روکھی سوکھی کھلائی ہوتی حلال کی کھلائی ہوتی آج انہیں احساس ہوتا کہ ہمارا باپ ہے اب ان میں اندر جو ڈویلپمنٹ ہوئی ہے اس کے ذریعہ تو ان کا ضمیر یہ چاہتا ہے کہ یہ ایک ڈاکو ہے کون عزت کرے گا آپ کی جو زبان سے نہ کہیں ان کی سمجھ میں نہ آئے ان کے لاشعور میں جو تعمیر ہوئی ہے جو حرام کا خون ان کی رگوں میں دوڑ رہا ہے جس حرام سے آپ نے ان کا دماغ بنایا اس میں جو سوچ وہ آپ کو محض ایک ڈاکو سمجھتی ہے انہیں آپ کی عیادت کی یا آپ کی اس کی ضرورت نہیں اب بھی وقت ہے کچھ کرنے کے قابل نہیں ہے تب بھی توبہ کریں اور اللہ سے معافی مانگیں اور کم از کم ان کے لئے دعا ہی کرتے رہیں اللہ انہیں اصلاح کی توفیق دے اور نیکی کی طرف آ جائیں آپ یہی کر سکتے ہیں کہ کم از کم ان کے لیے دعا تو کریں اب تو اللہ کے دروازے پہ آ جائیں اور ان کے ساتھ جاتے جاتے بجائے انہیں کوسنے دینے کے آپ نے ان سے زیادتی کی ہے اب آپ انہیں بد دعائیں نہ دیں میں نے کہا اب آپ کا حق بنتا ہے ان کے لیے کم از کم دعا تو کریں اتنا آپ انہیں دور لے گئے تباہی کی طرف شاید آپ کی کوئی دعا اللہ اس بڑھاپے کے صدقے قبول کر لے اور ان کی اصلاح ہو جائے آپ کو اپنی فکر پڑی ہوئی ہے اصل تو وہ تباہ ہو رہے ہیں جن میں یہ تمیز بھی نہیں کہ ہمارا بڑا کون ہے چھوٹا کون ہے تو اسلام یہ ہے کہ ہم دنیا کا ہر کام کریں لیکن یہ سوچ لیں کہ اس کے کرنے کا طریقہ یہ ہو جس میں اللہ کی رضا مندی شامل ہو۔ اللہ کریم ہمیں اس مثبت سوچ اور سمجھ کی توفیق دیں اور توفیق عمل عطا فرمائیں ہماری خطاؤں سے در گزر فرمائیں۔

اسلام قابلِ عمل کیوں نہیں؟

مولانا
محمد اکرم اعوان

اللہ جل شانہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ جو بہت بڑی بات ارشاد فرمائی اور جو عقیدہ اسلام کی بنیاد ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کے لیے اور سارے زمانوں کے لیے اللہ کے نبی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب ساری انسانیت کے لیے اور سارے زمانوں کے لیے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی کسی نئی کسی قوم کسی زبان میں مبعوث نہیں ہو گا بلکہ روئے زمین پر آنکھ کھولنے والا اور سانس لینے والا ہر انسان جیسے ہی ہوش سنبھالے گا اس بات کا مکلف ہو گا کہ وہ اتباع کرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اللہ کی کتاب کا یہ عقیدہ اتنی بڑی بات ہے اتنی بڑی بات کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات نہیں کہی گئی اللہ کی عظمت اس کی توحید اس کی ذات اس کی صفات تمام انبیاء علیہم السلام نے بیان کیں۔ قیامت اس کے حالات اس کے واقعات جنت و دوزخ عذاب و ثواب سب نبیوں نے اس کی خبر دی عبادت صرف اللہ کے لیے ہے اور عبادت کا وقت کیا ہے اس کا طریقہ کیا ہے اس کی تسبیحات کیا ہیں تمام نبیوں نے بتائیں۔ یہ الگ بات ہے کہ عبادات کے طریقے مختلف امتوں میں مختلف رہے ہوں لیکن عبادات ہی رہیں جو بات اس سے پہلے کبھی نہیں کہی گئی وہ یہ تھی کہ یہ مبعوث ہونے والا نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کے لیے ہے ہمیشہ کے لیے ہے اس لیے کسی نئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی یہ نہیں کہ صرف نیا نبی مبعوث نہیں ہو گا کسی نئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی زمین کا کوئی خطہ اس کے نور نبوت اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا اور انسانیت کا کوئی فرد ایسا نہیں جس کے لیے اس کے لائے ہوئے قانون پر عمل کرنا ممکن نہ ہو۔ اب اس میں مشکل ترین بات یہ تھی کہ جن علاقوں میں جن قوموں میں نبی مبعوث ہوئے ان میں تو یہ فرمایا گیا کہ ہم نے جو نبی بھیجا الا بلسان قومہ فما ارسلنا برسول الا بلسان قومہ جس قوم میں نبی بھیجا اسی قوم کی زبان میں اس پر وحی نازل ہوئی اسی قوم کی زبان میں اس نے بات کی اسی قوم کے ماحول اور اس کے مزاج کے مطابق عبادات اور ارکان دین متعین فرمائے گئے اور دنیا تو ساری ایک قوم نہیں ہے دنیا ساری کا جغرافیہ ایک ہے نہ اس کے موسم ایک ہیں نہ اس کی زبان ایک ہے نہ لوگوں کے مزاج ایک ہیں تو یہ آسان کام نہیں تھا کہ کوئی ایسا قانون پیش کر دیا جائے کوئی ایسا طرز حیات پیش کر دیا جائے کوئی ایسا لین دین کا طریقہ مقرر کر دیا جائے کوئی ایسی صلح اور جنگ کی شرائط مقرر کر دی جائیں کوئی ایسے رشتے جوڑنے اور توڑنے کا اسلوب بیان کیا جائے جو بیک وقت ساری قوموں کے لیے نہ صرف قابل قبول ہو بلکہ قابل عمل ہو یعنی جو بندہ جہاں بھی جس قوم اور جس ملک میں رہتے ہوئے اس پر عمل کرنا چاہے وہ اس پر عمل کر سکے وہ قابل عمل ہو یہ دوسری بہت بڑی بات تھی اور یہ اس پہلی بات کا پھل یا ثمرہ حاصل بنتی ہے کہ جب نبیؐ سب کے لیے ایک ہے تو سب کے لیے عبادت کا طریقہ بھی ایک ہو گا سب کے لیے ذکر اذکار کے طریقے ایک ہوں گے سب کے لیے خرید و فروخت کا طریقہ ایک ہو گا سب کے لیے سیاست و

حکومت کے طریقے ایک ہوں گے سب کے لیے عدالتوں اور قاضیوں کے فیصلے ایک سے ہوں گے قانون ایک ہو گا تو یہ تو بڑا لمبا کام ہو گیا قومیں مختلف رنگ مختلف زبانیں مختلف موسم مختلف خطے مختلف تو یہ کیسے ہو گا اسلام نے اپنے ظہور کے ساتھ اس کیسے کا جواب دے دیا اور غلامان مصطفوی رضی اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین نے ربعہ صدی میں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ایک ایسی عالیشان حکومت قائم کر کے دکھائی جس کا قانون اسلامی قانون تھا جس میں رہنے والوں کے ساتھ اسلامی طرز پر معاملہ کیا جاتا تھا جس کی سیاست اسلامی اصولوں کے اندر تھی جس کا بیع و شرع اسلام کے مطابق تھا اور مزے کی بات یہ ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی قوم نہیں ہے جو ان کی سلطنت سے باہر رہی ہو اسلام نے صرف دعویٰ نہیں کیا بلکہ اسلام نے عملی طور پر روئے زمین پر خود کو نافذ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ یہ دنیا کی ہر قوم کے لیے ہر وقت ہر موسم میں قابل عمل ہے اور جتنے مذاہب کی تاریخ ہمیں ملتی ہے یا جتنے مذاہب کا ذکر قرآن حکیم میں ہمیں ملتا ہے یہ بات نہیں کہ وہ عمل ہونا ثابت نہیں ہوتا کہ جتنے لوگوں کے لیے مبعوث ہوئے ہوں ایک اسلامی ریاست اسی قانون کے مطابق بن گئی ہو بلکہ کفر کی لہریں ان سے ٹکراتیں رہیں انہیں پریشان کرتی رہیں انکے اطاعت گذار بھی تھے حضرت سلیمان علی علیہ الصلوۃ و السلام کی سلطنت کو دیکھیے جو صرف انسانوں پر نہیں انسانوں پر جنوں پر ہر ذی روح پر چرند و پرند پر حتیٰ کہ بے جان چیزوں پر بھی ہوا پر بھی ان کی سلطنت تھی مکھی اور مچھر بھی ان کے ماتحت تھے اس کے باوجود بے شمار انسانوں کی سرکوبی انہیں کرنا پڑی اور بے شمار جنات ان کے ہاتھوں قید کی صعوبتوں کا شکار رہے جنہوں نے دل سے اس بات کو قبول نہیں کیا اور اس کی مخالفت ہوتی رہی اتنے بڑے اختیار اتنے بڑے دبدبے کے ساتھ ان کی شان میں کمی نہیں تھی ان کے دین میں کمی نہیں تھی لیکن چونکہ وہ آخری دین نہیں تھا اس لیے اللہ کی طرف سے اس کا ایسا اہتمام نہیں فرمایا گیا کہ سب پر غالب آ جائے دین اسلام چونکہ آخری دین تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے قرآن آخری کتاب تھی تو خود رب جلیل نے ایسے لوگ پیدا فرمائے اور انہیں ایسی توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے بہت تھوڑے عرصے میں پورے انسانی معاشرے پر اس کو لاگو کر کے ثابت کر دیا۔ یہ ہر زمانے میں ہر قوم کے لیے قابل عمل ہے اس وقت جب اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی مسلمانوں کی تعداد ساڑھے تین ہزار تھی مرد و زن مدینہ منورہ کی آبادی بچے بوڑھے ملا کر ساڑھے تین ہزار لوگ تھے۔ جس میں بدر میں شامل ہونے والے تین سو تیرہ ایسے لوگ نکلے جو جنگ کے قابل تھے دو سو چار سو رہ گئے ہوں گے جو شامل نہیں ہو سکے ہوں گے اور ساڑھے تین ہزار میں بچوں بوڑھوں عورتوں کو چھوڑ کر اگر ہم قابل حرب میدان جنگ کے قابل اگر جوان تلاش کریں گے یا جنگ کے لیے جو لوگ فٹ ہیں تلاش کریں گے پانچ چھ سو سے زیادہ نہیں نکلیں گے یہ تھی اسلام کا وہ سرمایہ جس پر اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو حجتہ الوداع میں مرد اور خواتین ملا کر مختلف روایات ہیں لیکن اگر ہم سب کا تخمینہ لیں اور درمیان میں آ جائیں تو ایک لاکھ بیس ہزار تعداد بنتی ہے وہ مرد وہ خواتین جو حجتہ الوداع میں موجود تھے یعنی آپ ڈیڑھ نہ سہی دو لاکھ سہی تین لاکھ کی آبادی کر لیں جو پورے جزیرہ نمائے عرب میں ڈھائی تین لاکھ کی آبادی تھی اور سارا جزیرہ نمائے عرب اسلام کے زیر نگیں ہو چکا تھا جس میں حجتہ الوداع میں شریک ہونے والے صحابہ اور صحابیات کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ دنیا کی اربوں کی آبادی کے سامنے سوا لاکھ بندہ اسلام کا امین تھا اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

میں اگلے دن وہ گراف پڑھ رہا تھا جو ایک مغربی مورخ نے

ایک غیر مسلم مورخ نے لکھا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر مجھے اس کے سارے الفاظ یاد نہیں ہیں لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر مسلمانوں اور اسلامی ریاست کی مثال ایسی تھی جیسے کوئی نوزائیدہ بھیڑ کا بچہ بے شمار بھیڑیوں کے نرغے میں آ جائے قیصر چاہتا تھا وہ آگے بڑھ کر اسلامی ریاست کو کچل دے کسریٰ کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو تباہ کر دیا جائے مشرکین کے حوصلے پھر سے بلند ہو گئے یہود نے اپنی سازشیں پھر سے تیز کر دیں۔ بے شمار قبائل جو اسلام کے دبدبے سے کلمہ پڑھ چکے تھے مرتد ہو گئے اور وہ سب اسی تیاری میں لگ گئے کہ مدینہ شہر کو زمین پر نہیں رہنے دینا چاہیے یہ اسلام کی بنیاد ہے اسے تاراج کر دینا چاہیے منکرین زکوٰۃ اپنی جگہ کھڑے ہو گئے جھوٹے نبیوں کو بھی وہ بہت آسان موقع نظر آیا اور یہ ساری طاقتیں روئے زمین کی ساری کافر طاقتیں بیک وقت صرف اور صرف مدینہ کو کچلنے کی تیاری کر رہی تھیں اور کچھ قبائل کا وفد مدینہ منورہ میں بات چیت کرنے کے لیے آیا جن کا مطالبہ یہ تھا کہ ہم سے عشر کی وہ رقم جو مرکز لیتا ہے معاف کر دی جائے ہم نمازیں بھی پڑھیں گے اور باقی اطاعت بھی کریں گے لیکن ہمیں یہ رعایت دی جائے کہ ہم پر جو عشر لاگو ہوتا ہے وہ معاف کر دیا جائے۔ دوسرے قبائل کے وفد کا خیال یہ تھا کہ انہیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے باقی عبادات تو ہم کرتے رہیں گے اور وہ مغربی مورخ لکھتا ہے کہ کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ نہ دیا ہو کہ ان سے وقتی طور پر کچھ سمجھوتہ کر لیا جائے اور ان سے پہلے نمٹا جائے جو نبوت کے مدعی ہیں ان سے پہلے نمٹا جائے جو سرحدات پر خطرہ بنے ہوئے ہیں ان سے پہلے نمٹا جائے جو یہود اور مشرکین تیاری کر رہے ہیں اور یہ آدھے سادھے مسلمان تو ہیں ایک آدھ رکن چھوڑتے ہیں تو انہیں فی الحال ان سے درگذر کی جائے ان سے نپٹ کر ان سے بات کی جائے چونکہ آپ کے پاس جو باقاعدہ سپاہی تھے وہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا لشکر رکا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہو کر ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ لشکر بھی روانہ کر دیا اس کا مطلب ہے کہ مرکز میں یا شہر میں یا حکومت کے پاس کوئی باقاعدہ فوج بھی نہیں تھی وہی تھی جو باہر جا چکی تھی اور نئی فوج انہیں عام لوگوں کو جمع کر کے بنانی تھی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو جواب دیا وہ آج بھی تاریخ پر سنہری حروف میں روشن ہے سورج کی طرح کہ اگر مجھے یہ خوف ہو کہ مدینے کو بھیڑیے کھا جائیں گے پھر بھی کسی بات پر سمجھوتہ نہیں کروں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ایک نقطے کی زیادتی نہ ہو گی اور ایک نقطے کی کمی نہ ہو گی جب تک ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہے سب کے ساتھ جہاد ہو گا جنگ ہو گی اور جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی خلاف ورزی کرنا چاہے گا ہم نوک شمشیر یا منوالیں گے یا اپنی جان دے دیں گے ہمارے پاس کوئی تیسرا راستہ نہیں اور آج تک غیر مسلم دنیا بھی حیران ہے کہ ایک نحیف و نزار دبلے پتلے جھکی ہوئی کمر والے بوڑھے انسان نے کتنا بڑا سنبھالا دیا اسلامی ریاست کو اور بیک وقت باہر کا لشکر بھیجا منکرین زکوٰۃ پر چڑھائی کی عشر کے منکرین پر چڑھائی کی مرتدین سے شمشیر زنی فرمائی اور جھوٹے نبیوں پر لشکر کشی کی اور چند مہینے میں تمام دشمنوں کا صفایا کر دیا چند مہینے بعد پھر مسلمانوں کی اور اسلامی لشکر کی فتوحات جاری تھیں اسلامی ریاست کی طرف بری نظر دیکھنے کی کسی میں جرات نہ تھی اس حال سے پھیلتا ہوا اسلام چین سے ہسپانیہ تک اور سائبیریا سے افریقہ تک پہنچا جسکا امیر ایک بندہ تھا جو نماز پڑھایا کرتا تھا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

آج یہ ساری بات میں نے اس لیے کی ہے کہ میں نے کل کی ڈاک میں جواب لکھا ہے اس میں بڑے مزے دار اور لمبے سوال تھے ان کا حاصل یہ تھا کہ "موجودہ دور میں جب کہ معاشی قوت کافروں کے پاس ہے اور معاشی نظام سارا کافرانہ ہے سیاسی قوت کافر دنیا کے پاس ہے اور سیاسی نظام سارا کافرانہ ہے اور ذرائع ابلاغ سارے کافروں کے پاس ہیں یہودیوں کے زیر اثر ہیں اور پراپیگنڈے اور ذرائع ابلاغ کے اثر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا اور اب جب کہ حکومتیں سلطنتیں بادشاہ اور منتخب وزیراعظم اور صدر اسلام کو نافذ نہیں کر سکتے اور موجودہ زمانے میں اور الفاظ یہ تھے کہ موجودہ دور میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اب اسلام قابل عمل ہے ہی نہیں اس دور کے تقاضوں کے مطابق اسلام پر عمل کرنا ممکن ہی نہیں۔ تو پھر آپ کا دماغ کیوں خراب ہے کہ آپ نے اسلام اسلام کی رٹ لگا رکھی ہے"۔ یہ سوال کیوں پیدا ہوا جب کہ دنیا میں سب سے زیادہ تعداد اسلام کو ماننے والوں کی ہے کوئی قوم اس وقت افرادی تعداد میں اتنی نہیں جتنے مسلمان ہیں دنیا میں دو سو کروڑ مسلمان ہیں عجیب بات ہے کہ دو سو کروڑ میں سے ہی ایمانی حرارت چلی گئی یعنی جہاں مٹھی بھر تھے ساڑھے تین ہزار کی آبادی تھی یا پورے جزیرہ نمائے عرب میں تین لاکھ ہوں گے تو تین لاکھ پر پوری دنیا الٹ پڑی تو وہ قائم رہے اور دو سو کروڑ مسلمان سیاسی طور پر کافروں کا غلام ہے معاشی طور پر کافروں کی پیروی کرتا ہے اور اپنے معاملات سے لے کر اپنے لباس تک کافر کے پیچھے چلنا سعادت سمجھتا ہے اور خود اپنے ایک وجود کو بھی مسلمانوں کی طرح نہیں بنا سکتا تو کیا اسلام قابل عمل نہیں رہا یا موجودہ دور کے مسلمان سے غیرت اسلامی رخصت ہو گئی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اسلام قابل عمل نہیں تو سارا جو سٹرکچر ہے وہ گر جاتا ہے عقیدے ہی کی نفی ہو جاتی ہے پھر نہ نبوت درست ہے نہ کتاب درست ہے نہ عقیدہ درست ہے پھر اسلام کوئی مذہب ہی نہیں اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ میں ہمیشہ قابل عمل ہوں اسلام کی بنیاد اس دعوے پر ہے کہ اسلام بیک وقت ساری انسانیت کے لیے ہے اور ہمیشہ کے لیے قابل عمل ہے اب اگر ہم یہ کہیں کہ اس دور میں قابل عمل نہیں تو اسلام کسی بھی دور میں قابل عمل نہیں رہتا کیونکہ اس کا دعویٰ ہمیشہ کے لیے ہے اس دعوے کی جب نفی ہوتی ہے تو پھر سارے دین کی عمارت گئی اور اگر ہم جیسا کہ ہم بحمداللہ مسلمان ہیں اور اسلامی عقائد کی نفی ہم نہیں کر سکتے جس طرح ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ واحد نہیں ہے جس طرح ہم یہ نہیں کر سکتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی نہیں ہیں جس طرح ہم بحیثیت مسلمان یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن اللہ کی کتاب نہیں ہے اسی طرح ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام قابل عمل نہیں ہے اگر ہم یہ کہیں گے کہ اسلام قابل عمل نہیں ہے تو برابر ہے ہم قرآن کا انکار کریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کریں یا اللہ کی ذات کا انکار کریں یہ سب ایک سا جرم بنتا ہے تو اگر اسلام قابل عمل ہے تو ہم تو اس انتظار میں ہیں کہ اس پر عمل کون کرے۔ جب ہم کہتے ہیں اسلام نافذ کیا جائے تو کون نافذ کرے گا اسے کون عمل کرائے گا اسلام پر کیا ہندو عمل کریں گے سکھ کریں گے یہودی کریں گے عیسائی کریں گے یا سوشلسٹ کریں گے دنیا کی کونسی قوم ذمہ دار ہے اسلام پر عمل کرنے کی جب ہم کہتے ہیں کہ اسلام دین حق ہے تو اس پر عمل کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے اور جو لکھتا ہے اسلام قابل عمل نہیں وہ اس لیے لکھتا ہے اس کے سوال کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اگر قابل عمل ہوتا تو خود مسلمان تو اس پر عمل کرتے جب مسلمان ہی عمل نہیں کرتے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مذہب قابل عمل نہیں ہے اور آپ دیکھ لیجیے کہ اس دو سو کروڑ کی آبادی کے پاس پچپن چھپن ملک ہیں خود مختار ریاستیں ہیں کچھ اس میں بادشاہت ہیں کچھ میں صدارت ہے جمہوریت ہے دنیا کا ہر

طریقہ ان ساٹھ ریاستوں میں موجود ہے اگر نہیں ہے تو اسلام نہیں ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ عیسائی دنیا کے بدکار سے بدکار حکمران عیسائیت کے دفاع کرتے ہیں اس کے لیے لڑتے ہیں۔ یہودیت کے لیے یہودی حکمران ساری زندگی جدوجہد کرتے ہیں ہندو اپنے ہندو مت اور ہندو مذہب کے لیے ہمیشہ لڑتا ہے اپنے مذہب کے لیے تھوڑی سی قوم ہو کر لڑتے مرتے ہیں لیکن مسلمان لیڈر مسلمان حکمران ہمیشہ خود اسلام کے خلاف لڑتے ہیں مزے کی بات یہ ہے کہ دنیا کی کسی گمراہ ترین قوم کو دیکھ لیں عیسائیوں کو دیکھیں بڑے بدکار ہیں بڑے عیاش ہیں لیکن وہ عیسائیت کے تحفظ کے لیے سارے جانثار ہیں یہودیوں کو دیکھیں وہ کتنے برے ہیں جیسے بھی ہیں یہودیت پر جان دینے کو تیار ہیں دنیا کے کسی مذہب کے لیڈروں کو سیاستدانوں کو اور ان حکمرانوں کو آپ دیکھیں کہ وہ اپنے مذہب کے لیے سب کچھ داؤ پہ لگائے ہوئے ہیں مسلمان سیاست دان مسلمان وزراء اعظم مسلمان وزراء مسلمان گورنر اور مسلمان بادشاہ اسلام سے ڈرتے ہیں اور اسلام کو ملک سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

اسلام کے خلاف جو جنگ ہو رہی ہے وہ مسلمان حکمران کر رہے ہیں اصل جو اسلام کے خلاف جنگ ہو رہی ہے وہ مسلمان سیاستدان کر رہا ہے مسلمان حکمران کر رہا ہے مسلمان حکومتیں کر رہی ہیں کہ اسلام کہیں ہمارے ملک میں نہ آ جائے کہ ہمیں شہنشاہی سے یا فرعونیت سے اتر کر ایک عام انسان جیسی حیثیت نہ دی جائے کیونکہ جب اسلام آئے گا تو حکومت اللہ کی ہو گی نافذ کرنے والا بھی بندہ ہو گا اور جس پر نافذ کیا جائے گا وہ بھی بندہ ہو گا نہ اس کی مرضی چلے گی نہ اس کی مرضی چلے گی۔ یہ جو کمیونٹیل سسٹم تھا انگریزوں نے جو اپنا سیاسی نظام بنایا تو انگریزوں کے گھر کا طریقہ کار مختلف ہے اور جو انہوں نے نو آبادیاتی نظام بنایا اس کا طریقہ کار الگ ہے بلکہ رہائش تک میں فرق ہے آپ کو پشاور میں آپ لیڈی ریڈنگ ہسپتال ملے گا۔ آپ دیکھیں لارڈ ریڈنگ گورنر تھا سرحد کا اور سرحد کا جو گورنر ہاؤس ہے یہ اس کی بیوی نے خاص طور پر اتنے وسیع رقبے میں بنایا تھا کہ اسے باغبانی کا بڑا شوق تھا اور اس نے چار خوبصورت گارڈن لگائے تھے گورنر ہاؤس کی چار دیواری کے اندر۔ اسی طرح پنجاب کا گورنر ہاؤس تھا لاہور میں آج بھی آپ دیکھ لیں تین چار مربع زمین پر پھیلا ہوا ہے یہ سب انگریزوں نے بنوائے تھے اور یہاں آپ دیکھیں تو ایک بیڈ روم کے ساتھ ایک ڈریسنگ روم ہو گا وہ بھی اتنا بڑا کمرہ ہو گا اس کے ساتھ آگے باتھ روم ہو گا وہ بھی اتنا بڑا کمرہ ہو گا آپ لندن جا کر لارڈ ریڈنگ کا گھر دیکھیں تو لارڈ ریڈنگ کے گھر میں نیچے ایک کمرہ تھا ڈیڑھ مرلے کا اور اس کے اوپر دو کمرے بنے ہوئے تھے اور سیڑھیوں میں باتھ روم تھا پانچ چھ فٹ چوڑا اور دس فٹ لمبا اس کے پیچھے ڈیک یارڈ تھا جس میں لیڈی ریڈنگ کا وہ باغیچہ تھا جس میں پھولوں کا شوق پورا کیا تھا اس نے یہاں آبادیاتی نظام میں کیا طریقہ ہے اور وہاں گھر پہ کیا طریقہ ہے برطانیہ میں آپ آج بھی جا کر دیکھیں تو وزیر تعلیم جو ہے وہ مڈل اور پرائمری سکولوں تک کا معائنہ کرتا ہے اور اسے پرسنلی جا کر دیکھنا پڑتا ہے کہ سکولوں میں کیا ہو رہا ہے یہ اس کی ذمہ داری ہے کوئی بگل نہیں بجتا کوئی اشارے بند نہیں ہوتے کوئی آگے پیچھے پولیس نہیں کچھ نہیں ہوتا عام آدمی کی طرح اشارہ بند ہو تو اس کی گاڑی بھی رک جاتی ہے کھلا ہو تو اس کی بھی گذر جاتی ہے لیکن وہ جب آتے ہیں ان قوموں پر جنہیں انہوں نے فتح کیا تو وہاں وہ حقیقتاً راج کرتے تھے ایک وزیر نے نکلنا ہے تو پہلے بگل بجیں گے پھر دو چار وہ سنتری نکلیں گے پھر ایک موٹر سائیکلوں کا دستہ ہو گا پھر اس کے پیچھے ایک آدھ فلوٹ ہو گا پھر پیچھے موٹر سائیکل ہوں گے تمام سڑکیں بند ہو جائیں گی کوئی گاڑی باہر کھڑا نہیں ہو گا وزیر جا رہے ہیں یہ ان کا نظام تھا نو آبادیات میں جن

لوگوں پر وہ راج کرتے تھے جنہیں غلام سمجھتے تھے غلام بنا کر رکھے تھے انہیں حق حاصل تھا جب انہوں نے کسی کو فتح کر لیا تو ٹھیک کرتے تھے انگریز چلے گئے جہاں جہاں ان کا نو آبادیاتی نظام تھا جو حکمران ان کی جگہ آیا وہ اپنی قوم پر اس سے زیادہ کروفر سے حکومت کرتا ہے جتنی انگریز کرتے تھے یہاں وہی بگل بجیں گے وہی پہلے فلیٹ آئیگا موٹر سائیکلوں کا پیچھے کاروں کا پیچھے ایک بندہ ہو گا مرغی کے جوڑے جتنا اور اس کے پیچھے پھر پندرہ بیس کاریں ہوں گی وہی بندہ اسے ٹکے کو کوئی نہیں پوچھتا گورنر ہاؤس سے نکال دیتے ہیں گورنر ہاؤس سے نکل جاتا ہے پرائم منسٹر ہاؤس سے نکل جاتا ہے تو یہ پکوڑے بیچتے ہیں انہیں کوئی نہیں پوچھتا آپ نے دیکھا یحییٰ خان ریڑھی پہ کھڑے ہو کر پکوڑے خریدا کرتا تا ایوب خان اسلام آباد میں فوت ہوا باقی جو گئے انہیں یہاں رہنے کی فرصت ہی نہیں رہی کہ کہیں دھکے کھاتے چلے گئے کسی نے قتل نہیں کیا کسی نے نہیں پوچھا تو چار دن جو حکومت میں ہیں کونسی ان کے پیچھے توپ لگی ہوئی ہے یہ تو تحفظ کی نہیں یہ تو محض حکومت کی دھونس دکھانے کی اور لوگوں کو مرعوب کرنے کی بات ہے یہاں ابھی وہی ہے کہ ایک وزیر نے آنا ہے تو دس ضلعوں کی انتظامیہ وہاں جمع ہو گی کوئی مرے یا جئے میڈیکل افسر وہاں ہوں گے عدالتوں کے افسر وہاں ہوں گے عدالتیں بند ہوں گی افسر وہاں ہوں گے کوئی جئے یا مرے شہر میں جلوس ہو گا دکانیں بند ہوں گی نہ کسی کی مزدوری نہ کسی کا کام نہ کسی کی عرضی نہ رپورٹ کیا ہے وزیر صاحب آرہے ہیں وزیر آ رہا ہے یا زلزلہ آ رہا ہے۔ بازار گئے۔ شام کو ہم نے کینیڈا میں کچھ خریدنا تھا ایک دکان پر بہت بڑی بڑی دکانیں ایک سسٹم ہوتا ہے جو چیز ضرورت ہے آپ لیتے ہیں اور ریڑھی لے کر کاؤنٹر پر کھڑے ہو جائیں باری آئے تو پیسے دے کر نکل جائیں تو پانچ بجے مغرب ہونے والی تھی میں نے دیکھا کہ منسٹر نے راشن کے ڈبے ریڑھی پر لادے ہوئے ہیں لائن میں کھڑا ہے وہاں سے فارغ ہو گا گھر پہنچے گا تو پھر کھانا بنے گا پاس دوسرا بندہ کوئی نہیں ہوتا کہ صاحب کے راشن کے ڈبے اٹھا کر ڈگی میں رکھ دے صاحب نے خود کھانے ہیں خود ہی اٹھا لے گا حکومت کا فریضہ یا حکومت کا حصہ بنا یا منسٹر بنا جس طرح ایک کلرک اپنی کلیریکل جاب پر جاتا ہے اسی طرح اس کا سپرنٹنڈنٹ اپنی سیٹ پر بیٹھتا ہے ہر دفتر کا ہیڈ اپنی سیٹ پر بیٹھتا ہے اسی طرح اس منسٹری کا جو ہیڈ ہے وہ بھی اسی حکومت کا ایک پرزہ ہے تنخواہ لیتا ہے انہی عام لوگوں کی طرح اسے بھی جانا چاہیے اور اپنی ڈیوٹی کر کے آ جانا چاہیے لیکن یہ آزاد لوگوں آزاد قوموں میں ہوتا ہے یہاں غلامانہ ذہن ہے جو اوپر نکل جاتا ہے اتنی لوٹ مار اتنی کروفر اور اتنی انگریز نے نہیں کی۔

آج آپ وزیراعظم کا گھر اسلام آباد میں جو ہے وہ اسی کروڑ کا یعنی کبھی ایک آدمی کے لیے اسی کروڑ کی رہائش وہاں نہیں ہے۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس طبقے کو خطرہ ہے اسلام سے ہمارا حکمران طبقہ ہمارے بادشاہ ہمارے صدر ہمارے وزراء اعظم ایک پاکستان کے نہیں پوری دنیا کے حکمران کا طبقہ اسلام کے خلاف لڑ رہا ہے اس لیے کہ جن لوگوں نے دین پڑھا انہوں نے صرف دین پڑھا انہوں نے دنیا کا کوئی فن نہیں سیکھا وہ مسجد میں بیٹھے مسجد کے لیے ہی رہ گئے تو دنیا کا جتنا ورکنگ فیلڈ تھا وہ ان لوگوں کے قابو آگیا اور ان لوگوں نے ایک کیریٹیا بنا لیا ان کے اپنے بچے خاص سکولوں میں پڑھتے ہیں اور وہاں سے برطانیہ چلے جائیں گے امریکہ چلے جائیں گے وہاں سے آئیں گے تو انہیں سیدھا حکومت کی کرسی پر بیٹھنا ہے۔ ہمارے بچے اگر پڑھیں گے بھی تو پہلے تو سیاستدان ان سے جلوس نکلواتے رہیں گے انہیں پڑھنے نہیں دیں گے پھر امتحانوں کا بائیکاٹ ہو گا پھر پرچوں میں نقل ہو گی اگر کوئی مر پیٹ کر پڑھ بھی گیا تو وہ کلرک ہی بنے گا اس سے آگے نہیں جا سکے گا۔ ان کا بچہ میٹرک فیل ہے وفاقی وزیر بن

سکتا ہے ہمارا ایم اے پاس ہو وہ جونیئر کلرک نہیں بن سکتا تو یہ طبقہ اسلام سے ڈرا ہوا ہے اس طبقے کو واقعی اسلام سے خطرہ ہے اسلام اگر آگیا تو ایک آدمی کو اسی کروڑ کے گھر میں رہنے کی اجازت نہیں دے گا جب کہ اسی کروڑ آدمی یا دس کروڑ آدمی جو ہیں وہ ایک ایک روپے کے گھر کو ترستے ہیں اسلام آگیا تو جن لوگوں کے گھر بہہ گئے ہیں ان کو پانچ ہزار اور جس کا گھر بھی سلامت ہے اس کے لیے اسی کروڑ کا گھر یہ بات نہیں چل سکے گی یعنی ایک آدمی کا سارا گھر بہہ گیا روپے کی ایک اینٹ نہیں آتی تو پانچ ہزار سے وہ گھر بنا لے گا اور ایک آدمی کے رہنے کے لیے اسی کروڑ کا ہے جب بے نظیر گئی نواز شریف وزیراعظم بن کر اس گھر میں آئے تو صرف غسل خانے باتھ روم اور کچن کا جو سامان تھا اس کو بدلنے پر پچونجا (پچپن) لاکھ ڈالر کا بل آیا جن برتنوں میں وہ کھاتی رہی جن ٹونٹیوں سے وہ پانی لیتی رہی جس باتھ روم میں اس نے باتھ لیا اس میں نئے آنے والے وزیراعظم کی صحت خراب ہوتی تھی لہٰذا پچونجا لاکھ ڈالر اس غریب قوم کے لگے اور وہ تمام اکھیڑ کر پھینک دیئے گئے نیا سامان خریدا ایک ارب سے ایک بندے کے لے ایک ہوائی جہاز آیا اس پر کئی لاکھ ڈالر لگا کر اس میں مختلف تبدیلیاں کی گئیں اس میں ڈائنگ روم اس میں کچن اس میں ڈرائنگ روم اس میں میٹنگ روم اس میں آفس اور اس میں بیڈ روم یہ سارے اس جہاز کے اندر بنائے گئے ایک آدمی کے لیے ایک ارب کا جہاز اڑتا ہے وہ ایک پلازا کا پلازہ بھی ہے گویا اڑتی ہوئی کوٹھی ہے جہاز میں ۔

میرا اور آپ کا گھر روہڑ جائے ہمارے بیوی بچے بہہ جائیں ہمارے مویشیوں کو سیلاب لے جائے تو ہمارے لئے پانچ ہزار اور حکمران صحیح سلامت صحت مند ہو تو وہ جہاں جائے اس کی صرف بیوی اور بچے نہ جائیں اس کا سارا خاندان جائے اور ساتھ ساڑھے چار سو کا جہاز بھر کر جائے یہ سارے لوگ کس پر سفر کریں اسی قوم کے خون پر جس کا سب کچھ ختم ہو جائے تو ایک گھر کو آباد کرنے کے لیے پانچ ہزار روپے ان پانچ ہزار کے لیے بھی فلڈ ریلیف فنڈ میں چندہ دو ۔ یعنی وہ بھی اپنے پاس سے نہیں وہ بھی تم دو اور وہ بھی امپورٹ سرچارج لگا دیا جائے امپورٹ پر جو چارج ہے وہ کون دے گا وہ دے گا جو امپورٹ کرتا ہے اپنے پلے سے دے گا اپنا نفع کم کرے گا جو اسے تھوک میں خریدتا ہے وہ دے گا نہیں بالاخر وہی دے گا جس کا گھر بہہ گیا جسے چیز کی ضرورت ہے اور وہ خریدے گا تو وہ سارا سرچارج بھی اسی پر آئے گا کنزیومر پر آئے گا نا راستے میں جتنے ہیں ان پر نہیں آئے گا یعنی اسی پر مزید ٹیکس لگا کر اس کو پھر پانچ ہزار تو یہ طبقہ جو ہے ان کے لیے اسلام بلائے جان ہے نماز پڑھ لیں گے خیر ہے نماز پڑھ لیں گے لیکن تم کہو کہ قانون اسلامی ہو یہ بھائی ممکن نہیں اسلام میں تو سارے انسان انسان ہیں اسلام میں تو کسی انسان کو خدائی! فرعون اتنی عیش نہیں کر سکا جتنے آج کے حکمران کرتے ہیں کیوں اس کے زمانے میں اتنی قسمیں شراب کی بھی نہیں تھیں اور اتنے عیش و عشرت کے سامان اور جدید سہولیات بھی نہیں تھیں جتنی آج والوں کو میسر ہیں تو یہ اسلام کے خلاف اس لیے ہیں ایک ملک کے نہیں پوری اسلامی دنیا کے حکمران اسلام کے خلاف پوری طاقت سے لڑ رہے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ وہ تو لڑ رہے ہیں اپنے عیش و عشرت کے تحفظ کے لیے میں اور آپ اسلام سے بیزار کیوں ہیں ہمیں اسلام پر عمل کرنے سے کیا روکاوٹ ہے ہم کیوں نہیں کرتے ہمیں بھی جب تکلیف ہوتی ہے تو اسی قانون کا سہارا لیتے ہیں جو غیر اسلامی ہو ہمارے پاس چار ٹکے ہوں تو ہم سود پر جمع کراتے ہیں غلط مفادات بلکہ ہم اس کو ووٹ دیتے ہیں کہ ہم جرم کریں گے تو ہمارے ساتھ تھانے ہماری حفاظت کے لیے پہنچ جائے گا تو کسی نے تو اسلام کو عیش پر بیچا کسی نے اسلام کو اقتدار پر بیچا میں اور آپ

اسلام کو کس بات پر چھوڑے ہوئے ہیں آج آپ دیکھ لیں کہ پوری دنیا میں آپ چار گھروں کا ایک محلہ نہیں دکھا سکتے کہ جہاں اسلام نافذ ہو پھر اگر کوئی کہے کہ اسلام قابل عمل نہیں ہے تو وہ اس کہنے والے کا کیا قصور ہے اگر قابل عمل ہے تو کہیں آپ دکھائیں نا اس کی کوئی عملی صورت کہ وہاں اسلام پر عمل ہو رہا ہے وہ ایک گاؤں جو ہے اس میں ہر کام اسلام کے مطابق ہوتا ہے یا وہ ایک چھوٹی سی آبادی دس گھروں کی اس کا ہر کام اسلام کے مطابق ہے اگر مسلمان ہی اسلام پر عمل کرنے سے بیزار ہے تو کیا یہ سوال کرنا اس سوال کرنے والے کا تو میرے خیال میں کوئی قصور نہیں ہے یہ سارا قصور ہمارا ہے۔

اسلام پر عمل کرنے کے لیے ایک بات کی ضرورت ہے ہم اپنے ہر کام کا مواخذہ کر سکیں ہم بڑے مشکل کام کرتے ہیں بڑا سرمایہ خرچ کرتے ہیں امید ہوتی ہے کہ کچھ ملے گا خواہ سارا ضائع ہو جائے لیکن خرچ اس امید پہ کرتے ہیں کہ کچھ ملے گا۔ اسلام پر عمل کرنے سے کیا ملے گا جب تک اس بات پر یقین نہ ہو اسلام پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے کیا ملے گا اللہ کریم فرماتے ہیں۔

فمن یعمل من الصلحت فھو مومن۔ جو بندہ اسلامی قانون پر عمل کرے ترجمہ میرا ہے جو بندہ اسلامی قانون پر عمل کرے اور ایمان اور عقیدے کے ساتھ کرے ایسے نہیں کہ وہ کافر ہے اتفاقاً اس نے وہ کام کر لیا جیسا اسلامی قانون میں ہے ایسے نہیں ہے بلکہ اس کا اسلام پر یقین ہو اور اس پر عمل اس لیے کرے کہ اسے اللہ کا حکم سمجھ کر ایمان رکھتے ہوئے اس پر عمل کرے۔

فلا کفران لسعیہ اس کی کوشش کبھی رائیگاں نہیں جائے گی وانا لہ کتبون ○ اللہ نے فرشتوں کا ذکر نہیں کیا لکھتے اللہ کے فرشتے ہیں لیکن ذمہ داری اسے دی لیا اس بندے کا جس کا اسلام پر ایمان بھی ہو اور وہ کوئی بھی اسلام کے مطابق کرے ضائع نہیں ہو گا اس لیے کہ میں لکھ لیتا ہوں کہ اس بندے نے اسلام پر عمل کیا اللہ نے اس سارے نظام کو جو کراما کاتبین کا جو فرشتوں کے لکھنے کا اس پر نہیں کیا کہ میرے فرشتے لکھیں کہ عمل کرنے والا یہ نہ سمجھے کہ لکھنے والے تو دوسرے میں خود لکھ لیتا ہوں۔

انا لہ کتبون ○ اور دوسری بات یہ فرمائی کہ اگر میری گرفت آ جائے اگر تم میں سے کسی کو پکڑ لیں آدمی اسلام سے ہٹتے جائیں ہٹتے جائیں تو پھر یہ بھی یاد رکھو۔

و حرام علی قریتہ اھلکنھا انھم لا یرجعون ○ فرمایا جنھاں دیاں مڈھیاں اساں وڈھ دتیاں مڑ نہیں پھنیاں۔ پھر حرام ہے اس آبادی پر---- تو دونوں باتیں ایک جگہ جمع فرما دیں کہ کوئی بھی شخص ویرانے میں جنگل میں آبادی میں سیاست میں برادری میں حکومت میں سلطنت میں عمل کرتا ہے من الصلحت۔ عمل صالح کیا ہے اسلام کے حکم کی تعمیل اللہ کے حکم کی تعمیل اللہ کے نبی کے حکم کی تعمیل کوئی بھی شخص اسلام پر عمل کرتا ہے وہ یہ بات بھول جائے کہ اس کی محنت ضائع جا رہی ہے فرمایا۔

فلا کفرن لسعیہ اس کی محنت کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا اس لیے کہ وانا لہ کتبون ○ اور میں خود اس کو لکھ لیتا ہوں اس بندے نے یہ کام میرے حکم سے میرے نبی علیہ السلام کے حکم کے مطابق کیا ہے میرے دین کے حکم کے مطابق کیا ہے ضائع نہیں ہوتا اس کی اتنی بڑی اجرت ملے گی جتنی آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ لیکن اگر مسلسل نافرمانی ہی ہوتی رہے کسی وقت میری گرفت آ گئی تو پھر جن پر میرا عذاب آتا ہے وہ کچھ بچ سکیں یا پھر وہ دوبارہ سنبھل سکیں یہ ممکن نہیں یعنی اسلام پر عمل نہ کر کے آدمی بچتا نہیں بلکہ اس کا ہر عمل اسے عذاب الٰہی کے قریب کرتا جاتا ہے تباہی کے قریب کرتا جاتا ہے پھر اگر اس تباہی کی گرفت میں آ جائے تو پھر سمجھو تباہ ہی ہوتا ہے پھر وہ۔

انھم لا یرجعون ○ پھر وہ واپس اپنی حالت کی طرف نہیں

آتا نماز کا وقت ہو گیا میرے بھائی اپنے دل سے یہ سوچیں اور یہ فیصلہ کریں آؤ کم از کم ہم یہ مل کر اسلام پر عمل کریں اپنے معاملات واذا تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والی الرسول۔ اگر باتوں میں اختلاف ہے کسی میں اللہ کے دین کے مطابق اسے حل کرو اگر کاروبار ہے تو اسے اسلام کے مطابق کریں سود نہ لیں یار کیا فرق پڑتا ہے اللہ میاں نے اگر آپ کو پیسے دیے ہیں تو سود نہ لیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے اگر لاکھ روپیہ اس نے دیا ہے لاکھ پر گیارہ سو سود ملتا ہے جس نے لاکھ دیا ہے وہ گیارہ سو لینے سے منع کر رہا ہے تو چھوڑ دو نہ لو کیا فرق پڑتا ہے جب آپ گیارہ سو پر اس کا حکم مانیں گے تو شاید وہ آپ کو گیارہ لاکھ دیں گے اور نہ بھی دے تو وہ لاکھ تو اسی نے دیا ہے جس پر پھر اس کی نافرمانی کر کے گیارہ سو لینا چاہتے ہیں جس نے عقل دیا شعور دیا ایمان دیا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ حکمران تو دین کے خلاف اپنی عیاشی کے لیے ہیں اپنی فرعونیت کے لیے ہیں مجھے کسی حکمران سے حکومت نہیں لینی---- مجھے حکومت کرنے کا شوق کیا ہو چلا حکومت کرنا یہ آسان نہیں ہے انہی لوگوں کے لے ہے لیکن بات حق یہ ہے کہ ہمارے حکمران اسلام سے ڈرتے ہیں اس لیے کہ وہ عام آدمی کی سطح پر نہیں آنا چاہتے ہمارے پیر ڈرتے ہیں وہ عام آدمی کی طرح نہیں رہنا چاہتے۔ علماء ڈرتے ہیں انہوں نے اپنی اپنی مناپلی قائم کر رکھی ہے اس لیے ہر مولوی کا اسلام الگ ہے کیوں جس میں اللہ کے اپنے مفادات ہیں وہ اس کا اسلام ہے جہاں اس کا اپنا فائدہ مجروح ہوتا ہے وہاں وہ اپنی راہ الگ کر لیتا ہے لیکن مولوی پیر سیاست دان اور حکمران سے جو کچھ ان کے پاس ہے ہمارے پاس ان میں سے کچھ بھی نہیں ہمارے پاس نہ پیروں والی مراعات ہیں نہ مولویوں والی کرو فر ہے نہ سیاست دان والا شور و غل ہے نہ حکمران والی فرعونیت ہے۔ تم ہم کیوں بلاوجہ اسلام سے بھی دور ہیں ساری دنیاداریوں سے بھی محروم ہیں کم از کم ہمیں تو اپنی زندگی کو اپنے معاملات کو اپنے کاروبار کو اپنے لین دین کو اسلامی طریقے کے مطابق کرنا چاہیے شاید ہماری ہی آزادی کوئی ایسا نمونہ بن جائے کہ ہم دنیا پر کہہ سکیں کہ حکومت تو ہمارے بس میں نہ تھی یہ محلہ ہمارا تھا یہ گاؤں ہمارا تھا یہ آبادی ہماری تھی اس میں سارے کام اسلام کے مطابق ہوتے ہیں اگر ہم اتنا بھی کر گذریں تو یہ بھی اتنا بڑا کام ہوگا کہ میدان حشر میں الگ سے کھڑا ہو کر آپ کو بات کرنے کی سعادت نصیب ہو سکے گی کہ ہم نے تو ایک قریہ اسلام کے مطابق بنا لیا اور اگر ہم یہ نہ کر سکیں گے تو دوسرا راستہ سوائے عذاب کے اور کسی سمت نہیں جاتا کسی خوش فہمی میں نہ رہیں ہم پکڑے جائیں گے جو موج کر رہے ہیں پکڑے ہم بھی جائیں گے جو اسلام کے خلاف کر رہے ہیں اور جن کا قانون یا جن کی معاشرت یا جن کا لین دین جب ہمارا بھی اسلام نہیں ہے تو پکڑے ہم بھی جائیں گے اللہ ہم پر رحم فرمائے اور ہمیں دین پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم یہ ثابت کر سکیں کہ اسلام قابل عمل ہے۔

لیڈی ہیلتھ وزٹر (L.H.L) اور مڈل سکول ٹیچر (P.E.T) کے لیے مناسب رشتے درکار ہیں سلسلہ کے ساتھی کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ کے لیے: ڈاکٹر مسز محمودہ کریم وارڈ نمبر ۳ محلہ اسلام پورہ ٹھٹھہ سندھ

فون۔ کوڈ نمبر ۰۲۹۔ فون ۲۴۶۷

اسلام کا بُنیادی فلسفہ

دنیا کے جتنے انسانوں کے بنائے ہوئے نظام ہیں انسانی زندگی گذارنے کے یا جنہیں معاشرے کی بہتری یا اصلاح کا نظام کہا جاتا ہے یا ان میں کچھ عقیدت کچھ مذہب یا کچھ مذہبی رسومات شامل کرلی گئی ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے، خود نظام بنانے والے اور نظام چلانے والے اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس نظام کی بدولت انسانی زندگی جو اس دنیا میں ہے اور انسانی ضروریات جو اس کی راہ میں ہیں ان کی تکمیل میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں یا انسان مزے سے زندگی گذارتا ہے جتنے باطل مذاہب بھی ہیں ان میں جتنی مذہبی رسومات ہیں ان کا حاصل بھی یہ ہے کہ اس بت کی پوجا کرنے سے اولاد ملے گی اس بت پر چڑھاوا چڑھانے سے بیماری چلی جائے گی اس کی خدمت کرنے سے پیسہ ملے گا یعنی ان سب کا حاصل بھی یہ ہے کہ وہ پھر دنیا ہی کی سہولیات کو اور دنیا کو قرار دیا گیا ہے یہ الگ بات ہے کہ اس سے وہ تکمیل ہوتی ہے یا نہیں ہوتی وہ نظریہ حق ہے یا باطل ہے ہمیں اس سے بحث نہیں۔ بحث اس بات سے ہے کہ جتنے بھی انسانوں کے بنائے ہوئے نظام ہیں خواہ وہ سیاسی ہوں معاشی ہوں یا مذہبی ہوں ان کا سب سے بڑا حاصل جو ہے وہ دنیوی زندگی کی سہولتیں اور ضرورتوں کی تکمیل کو قرار دیا گیا ہے۔

دین برحق اس سارے فلسفے سے الگ ایک اپنا فلسفہ پیش کرتا ہے اور اس فلسفے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اگرچہ انسان اس دنیا میں ایک حد تک با اختیار پسند و ناپسند کا مالک خوشی و رنج کو محسوس کرنے والا کرنے اور نہ کرنے کی طاقت اور فیصلے کی قوت رکھنے والا ہوتا ہے لیکن حقیقی زندگی یہ زندگی نہیں ہے یہ زندگی حقیقی زندگی کو بنانے کے لیے حقیقی زندگی میں کامیابیاں پانے کے لیے یہ زندگی بطور آزمائش اور امتحان کے ہے اور جسے ہم موت کہتے ہیں اسلام کی رو سے اصل حیات کی ابتدا وہاں سے ہوتی ہے۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

جسے ہم موت اور زندگی کا خاتمہ کہتے ہیں وہ حقیقی زندگی کی ابتدا ہے اور اسلام جتنی عبادات کا حکم دیتا ہے ان کا حاصل اخروی زندگی ہے اسلام جتنے دنیوی کاموں کا حکم دیتا ہے ان کا حاصل بھی آخروی زندگی قرب الٰہی اور دائمی اور ابدی زندگی کا آرام اور عزت اور سہولت ہے اس لیے اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ مومن وہ ہے۔

والذین یومنون بما انزل الیک ۔ جسے اس بات پر یقین کامل ہو جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ ایمان یقین کامل کا نام ہے۔ وما انزل من قبلک اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل ہوا کیونکہ فلسفہ حیات اس سارے کا بھی آدم علیہ السلام سے لے کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک ذات باری صفات باری کے متعلق ایمان میں کوئی تبدیلی نہیں آخرت کے ایمان میں کوئی تبدیلی نہیں جنت و دوزخ کے یقین میں کوئی تبدیلی نہیں ملائکہ کے وجود اور زندگی کا محاسبہ اور آخروی زندگی کے۔ اگر کوئی مختلف ادیان میں تبدیلیاں ہیں تو وقت ماحول اور انسانی ضرورت کے مطابق حلال و حرام کے مسائل میں یا عبادات کے اوقات یا رکعت کی تعداد یا عبادات کے طریقوں میں

ہیں۔ ایمانیات وہی ہیں جو آدم علیہ السلام نے تعلیم فرمائے وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے اور انسانی دنیا میں جس قدر بہترین انسان ہوئے ہیں یا وہ انسان جن کی نیکی اور ورع و تقویٰ پر ان کے مخالفین بھی متفق ہوئے ہیں وہ سارے اسی عقیدے کی دعوت دیتے گئے وہ سارے اللہ کے نبی اور رسول ہیں تیسری بات یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں صدیوں کے فاصلے ہیں اور پہلے نبی کے ارشادات جاننے والا یا بتانے والا یا اس زمانے کی کوئی کتاب یا کوئی آثار باقی نہ رہے لیکن جب بھی کوئی نیا نبی مبعوث ہوا تو اس نے وہی عقائد اور وہی ایمانیات اور اللہ کی ذات اور صفات کے بارے میں وہی حقائق ارشاد فرمائے جو پہلے فرمائے گئے۔ یہ دنیا کے جتنے بہترین انسان ہیں دنیا کے جتنے نیک مقدس اور کھرے انسان ہیں جتنے نبی ہیں وہ سارے ایک بات پر متفق ہیں۔ اور پھر کسی کو اس بات پر یقین نہ آئے تو وہ اپنے لئے کوئی جائے پناہ حاصل نہیں کر سکتا اگر یہ فیصلہ خود ہمیں کو دے دیا جائے کہ ایسے بندے کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تو آپ خود سوچیں آپ کو یا مجھے جج بنا دیا جائے تو ہم کیا کہیں گے اس کے لئے کوئی گنجائش بچتی ہے تو اگر ہم خود اس کٹہرے میں کھڑے ہوں جہاں کوئی فیصلہ سننے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو بنیاد جو پیش کرنی پڑے گی ہمیں وہ یقین پیش کرنا پڑے گا کہ ہم نے اس بات کو صدق دل سے قبول کیا تھا اے اللہ جس پر تیرے سارے نبی اور جس پر تیرے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین لانے کا حکم دیا تھا یہ بنیاد ہے اسلام کی۔ کہ انسانی زندگی یہ زندگی نہیں ہے انسانی عزت اس دنیا کی عزت نہیں ہے انسانی وقار اس دنیا کا وقار نہیں ہے انسانی امارت اس دنیا کی امارت نہیں ہے انسانی سہولت اور کامیابی اس دنیا کی کامیابی نہیں ہے بلکہ اس سارے کا حاصل آخرت کی کامیابی ہے۔

اب یہ بڑے مزے کی بات ہے کہ جو لوگ آخرت میں کامیاب ہوتے ہیں وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوتے ہیں ان کا مقصد دنیاوی کامیابی نہیں ہوتا مقصد آخروی کامیابی ہوتا ہے لیکن آخروی کامیابی کے لیے جتنے امور سرانجام دیئے جاتے ہیں اور جتنے کام جس انداز سے کیے جاتے ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ ایسے ہی لوگوں کو اس دنیا میں بھی عزت ملے گی اگر اسی راستے سے ہٹ کر کوئی اقتدار کو بھی پا لے کوئی دولت کو بھی پا لے تو وہ شداد یا نمرود بن سکتا ہے وہ فرعون یا ہامان بن سکتا ہے وہ ایک معزز انسان نہیں بن سکتا جو راستہ اللہ نے بتایا ہے زندگی کا جسے ہم دین یا جسے ہم اسلام کہتے ہیں اس سے ہٹ کر اگر کوئی شخص دنیا میں اقتدار بھی پا لیتا ہے دولت بھی پا لیتا ہے تو وہ ممکن ہے لیکن عزت یا سکون یا کامیابی پانا اس کے لیے ممکن نہیں وہ قابل نفرین ہے۔ اب فرعون نے ہمارا کیا بگاڑا لیکن کون ہے جو فرعون سے نفرت نہیں کرتا ہم نے فرعون کو دیکھا نہیں ہے ہم نے اس کا زمانہ نہیں پایا ہم پر اس کے فیصلے لاگو نہیں ہوئے لیکن اس کے نام کے ساتھ نفرت ہمارے دلوں میں بھی موجود ہے تو پھر اگر اسے حکومت مل بھی گئی اقتدار مل بھی گیا تو اس کا کیا فائدہ کہ صدیوں بعد آنے والے لوگ بھی اس پر نفرین ہی بھیج رہے ہیں۔

اس لیے کامیابی کو اللہ کریم نے آخرت کے ساتھ منسلک کر دیا کہ جسے آخرت کا یقین ہو جائے اب یہ یقین کیا ہے ہمارے ہاں ایک فلسفہ ہے دین کا جسے ہم ثواب کہتے ہیں یہ کام کرو ثواب ملے گا وہ کام کرو ثواب ملے گا نماز پڑھنے کا ثواب ہے صدقہ دینے کا ثواب ہے زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب ہے جہاد کا ثواب ہے فلاں کام کا ثواب ہے لیکن عموماً" ثواب پر یہ بحث نہیں کی جاتی کہ ثواب ہوتا کیا ہے ایک عام آدمی کے ذہن میں ثواب کا یہی تصور رہتا ہے کہ کوئی دولت قسم کی یا انعام قسم کی کوئی چیز جو ہے وہ مل جائے گی یہ ثواب ہے۔ حق یہ ہے کہ ثواب قرآن حکیم کی نظر میں اس نتیجے کو کہا جاتا ہے جو کسی کے عمل کا حاصل ہوتا ہے۔

الکفار بما کانوا یفعلون- کافروں کو کیا ثواب ملے گا؟ وہی نتیجہ ملے گا جو وہ اس کا کردار ہے یعنی جو کافر کے کردار کا نتیجہ اور اجر اور اس کے نتیجے میں جو کچھ ظہور ہو گا اسے بھی قرآن نے ثواب کہہ دیا تو ثواب کا جو مفہوم قرآن سے سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ کردار کا جو نتیجہ ہو گا۔ اس کا مطلب ہے کہ ثواب پر نگاہ رکھنے کی بجائے نگاہ رکھنے کی ضرورت کردار پر ہو گی کیونکہ ثواب تو از خود اس کے نتیجے میں بن جائے گا۔ تو جو دھیان رکھنے کی ضرورت ہو گی تو جو محنت کرنے کی ضرورت ہو گی تو وہ کردار اور اس کے ساتھ اپنے اعمال کے ساتھ اپنی فکر اپنے یقین کے ساتھ ہو گی اگر یقین صحیح ہے ایمان صحیح ہے نتیجہ صحیح ہو گا۔

حدیث شریف سے جو سمجھ آتی ہے ثواب کی وہ بھی یہ ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ بدر میں شریک ہوئے وہ جو جی چاہے کریں ان پر جنت واجب ہو گئی اس طرح کا مفہوم بنتا ہے حدیث پاک کا جب محدثین کرام اور شارحین حدیث اس پہ بحث کرتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عام اجازت دے دی کہ وہ جو جی چاہے کریں اب جو جی چاہے کریں میں تو کسی عمل پر کوئی پابندی نہ رہی کہ وہ نیکی کریں وہ خواہ گناہ کرتے رہیں جی چاہے کریں ان پر پابندی بھی نہ رہی کہ وہ مومن ہی رہیں وہ مومن رہیں یا نہ رہیں جو جی چاہے کرلیں تو جنت کے لیے تو ایمان بھی شرط ہے اور عمل صالح بھی شرط ہے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت کیسے دے دی؟ تو اس کا جواب تو یہ دیا جاتا ہے کہ بدر میں جو شمولیت جو خلوص کے ساتھ کی اس کا حاصل یہ ہوا کہ ان کا کردار ایسا بن گیا کہ وہ ہمیشہ وہی چاہیں گے جو اللہ چاہتا ہے جو اللہ کو پسند ہے کہ ان کے اس بدر میں شمولیت کا جو ثواب ملا وہ یہ تھا کہ ان کے قلوب اس سانچے میں ڈھل گئے کہ ان میں وہی بات انہیں پسند ہوتی ہے جو اللہ کو پسند ہوتی ہے اللہ کی نافرمانی کا وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہی وجہ تھی کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف امت کے متعلق فرمایا کہ اگر رائے میں اختلاف ہو جائے اور اصحاب بدر میں سے کوئی شخص، زندہ ہو تو ساری امت ایک طرف ہو جائے اور بدر والے شخص کی رائے ایک طرف ہو عمل اس پر کیا جائے جو وہ بدر والا کہتا ہے۔

موجودہ مغربی جمہوریت جس کے ہم اسیر ہیں اس کو ہم دیکھیں تو اکثریت ساری ایک طرف ہے اور صرف ایک بندہ ایک طرف۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عمل اس کی رائے پر ہو گا اس لیے کہ بدر کی شمولیت نے اس کے مزاج اس کے باطن اس کے ضمیر اور اس کے قلب کو اس سانچے میں ڈھال دیا ہے کہ اس کو جس بات پہ وہ قائم ہو گا وہ اس کو پسند ہو گی اس لیے نہیں کہ اس ایک بندے کو سارے بندوں پر وزن دے دیا گیا اس لیے کہ اس کی جو قلبی کیفیت ہے اس میں رضائے باری اس حد تک سما گئی ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے خلاف ارادہ ہی نہیں کرتا۔

تو جتنی عبادات ہیں ان کا حاصل یہی یقین ہے آخرت کا جس طرح بدر کا حاصل یہ تھا کہ ایک مزاج ان کا بن جائے گا کہ یہ وہی کام کرتے تھے جو اللہ کو پسند ہوتا تھا دوسرا خود انہیں بھی پسند نہیں آتا تھا وہ کرنا ہی نہیں چاہتے تھے عبادات کا حاصل بھی یہ ہے جس طرح ایک حج یا ایک عمرہ زندگی بھر کے گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کا گناہ کرنے کو جی نہیں کرتا اس کا گناہ جو ہے جس طرح زخم بھر جاتا ہے تو وہ جگہ زیادہ نازک ہوتی ہے دوسرے جسم کی بدولت اسی جگہ کو چھیڑا جائے تو زیادہ حساس ثابت ہوتی ہے زیادہ درد ہوتا ہے۔ اسی طرح جب گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو گناہ کی طرف پلٹنا دشوار ہو جاتا ہے درد ہوتا ہے واپس نہیں جاتا لیکن اگر وہ ایک پراسس سے گذرا اور اس کی زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آئی اس کی سوچ میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آئی تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ اس

پراسس کو وہ صحیح طریقے سے کر ہی نہیں سکا۔ ایک شخص نے دوا کھائی اس میں یقیناً اسی مرض کی شفا ہے اس نے پورا کورس کر لیا اس کا مرض نہیں گیا تو اس کا مطلب ہے کہ کہیں اس نے بے احتیاطی کی کہیں اس نے پرہیز چھوڑ دی یا اس نے دوا وقت پر نہیں لی یا جو جو ضروریات اس نے نسخے کی تھیں اس نے پوری نہیں کیں گویا اس نے نسخہ استعمال نہیں کیا۔

یہی حال حج اور عمرے کا ہے عمرہ بھی حج ہے چھوٹا حج ہے تو اس کا حاصل یہ نہیں ہے کہ ہم بیت اللہ شریف میں آئے ہم نے زیارت کر لی ہے اور ہم چلے گئے۔ الحمدللہ یہ بڑی بات ہے کہ کسی شخص کو یہ مقدس جگہیں وہ مقامات اور بیت اللہ کی یہ عمارت یا وہ پھر وہ زمین وہ فضا دیکھنی نصیب ہو مہبط وحی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوؤں کی آماجگاہ رہی ہے۔ اس کا ایک حاصل یہ ہے ایک آدمی ساری بارش سے گذر جاتا ہے اس کا دامن نہیں بھیگتا تو کم از کم وہ اس بارش سے مستفید نہیں ہوتا اس نے دیکھ لیا کیسے برستی ہے اس نے دیکھ لیا فضا کیسی ہے ماحول کیسا ہے لیکن خود اس کا دامن نہیں بھیگا اس سارے پراسس سے گذرنے کا حاصل یہی ہے کہ جو سجدہ ہم عمرہ کرنے سے پہلے کرتے تھے عمرے سے اس سجدے میں مزید گہرائی اور عجز ہو جو کوتاہیاں ہم سے پہلے ہوتی تھیں وہ اس پراسس کے بعد ان سے دل میں تلخی، نفرت آ جائے اس سے بچنے کو جی چاہنے لگے اس طرف جانا بندے کے لیے دشوار ہو جائے جو یقین آخرت کا ہمیں دنیا پر ترجیح لینے کو کہہ رہا تھا اتنا کمزور تھا کہ عمداً" ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ جب دنیوی نقصان کوئی نہ ہو رہا ہو تو آخرت کا کام بھی کر لیتے ہیں لیکن اگر کوئی اتنا بھی نقصان ہو کہ ایک آدمی دکان پہ بیٹھا سودا بیچ رہا ہے تو وہ سمجھے کہ نماز کے لیے جاؤں گا تو دو گاہک چلے جائیں گے واپس ہو جائیں گے تو وہ نماز کے لیے نہیں اٹھتا وہ گاہک ہی بھگتاتا رہتا ہے کہتا رہتا ہے نماز پھر بھی پڑھ لیں گے یہ پیسے وصول کر لیں۔ دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے آخرت پر عمومی زندگی میں۔ اس دنیا کے لیے ساری عمر خاندان سے جدا ہونا گوارا کر لیتے ہیں ساری عمر بچوں سے الگ رہنا گوارا کر لیتے ہیں سال میں بیس دن چھٹی کے لیے جاتے ہیں اور سارا سال بیوی بچوں سے الگ رہ کر رات دن مزدوری کرتے ہیں حاصل اس کا کیا ہوتا ہے دنیا۔

اور اگر آخرت کے لیے ہم سے اٹھ کر سجدہ نہ کیا جا سکے اور آخرت کے لیے ہمیں اتنی فکر بھی نہ ہو ہم آخرت کے لیے تھوڑی سی قربانی بھی نہ دے سکیں تو یہ معیار ہو گا خود ہر شخص کے پاس اپنے اس اخروی یقین کو جانچنے کا کہ مجھے آخرت کے ساتھ کتنا یقین ہے کہ وہ مجھے کتنی کچھ ایثار اور کتنی کچھ قربانی تک لے جاتا ہے کہ میں اپنی خواہشات کو چھوڑ کر اللہ کی پسند اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اپناتا ہوں اس لیے کہ اس میں دائمی اور ابدی زندگی ہے اپنی ضرورت کے لیے اپنی آخرت کے لیے اپنی عزت اپنے وقار اپنے آرام کے لیے۔ تو اس سارے کی بنیاد جو ہے یا جسے ثواب کہا جاتا ہے وہ نتیجہ ہے اور عبادات اور عمرے اور ذکر کا حاصل بھی یہ ہے تمام عبادات کا تمام یاد الٰہی کا تمام مراقبات کا حاصل بھی یہ ہے کہ ذکر کا ہر لمحہ اس کیفیت کو پہلے سے بڑھاتا چلا جائے جو آخرت کے ساتھ یقین سے متعلق ہے اگر دنیوی زندگی میں مثبت تبدیلی نہیں آتی آدمی اس پر رہے کہ میں نے اتنے حج اتنے عمرے کئے ہیں میں بڑی موج میں رہوں گا یہ اس کی غلط فہمی ہے ایسے حاجی اور ایسا عمرہ کرنے والے لوگوں کے ساتھ وقت گذارا ہے ہم نے دیکھے ہیں جو سال میں کئی دفعہ آتے تھے یا ہر سال حرمین شریفین میں آتے تھے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں لوگ حرمین میں ہی وفات پا گئے حرمین میں بعض ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو اسی مقدس زمین میں دفن بھی ہو گئے لیکن جب ان کی آخرت یا ان کا انجام ان کا حال دیکھا جائے تو وہ صحیح نہیں ہے میں نے غالباً" غبار راہ میں لکھا بھی تھا ایک واقعہ۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب ہم فجر کی نماز کے لیے گئے تو جیسے فارغ ہوئے نماز سے صحیح یاد نہیں پہلے یا بعد میں لیکن فجر کا وقت تھا ایک آدمی گرا شور ہوا۔ پولیس کے آنے تک جو چار لمحے وقت تک چونکہ میرے قریب تھا ایک صف آگے وہاں تھا تو بندے اکٹھے ہو گئے تو مجھے بھی بڑی تمنا ہوئی حسرت پیدا ہوئی۔ وہ شخص جہاں اصحاب صفہ کا تھڑا ہے اس کے اور روضہ اطہر کی وہ عمارت ختم ہوتی ہے اس کے درمیان وہاں تھا تو بڑی ایک تمنا ہوئی دل میں کہ اس بندے کو دیکھا تو جائے اس کا چہرہ تو دیکھا جائے کہ کتنا خوش نصیب آدمی ہے اسے مرنے کے لیے بھی کونسی جگہ نصیب ہوئی۔ تو میں نے قریب جا کر دیکھا تو اس کا منہ بھی بائیں طرف پھر چکا تھا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا اور اس کے پاؤں روضہ اطہر کی طرف تھے۔ صرف حرمین میں آنا جو ہے یا یہاں سے ہو کر جانا جو ہے وہ کسی فلاح کا ضامن نہیں ہے آپ دیکھیں جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساری زندگی مقابلے کئے اور کفر پر جمے رہے وہ بھی تو اسی مقدس سرزمین میں رہے یہی حرمین تھے اور وہ کتنا مقدس دور تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس دنیا میں تشریف فرما تھے کتنا مقدس دور تھا کتنا بابرکت زمانہ خیر القرون۔ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے جب تک دنیا باقی رہے گی جتنے زمانے دنیا پہ گذرے ہیں سب سے بہترین زمانہ وہی تھا خیر القرون وہی تھا لیکن جن لوگوں کو قلبی طور پر سیرابی نصیب نہیں ہوئی تو ان کے لیے تو یہاں رہنا مزید ان کے لیے ایک دلوں میں سختی اور زیادہ شدید مجرم ہونے کا سبب بن گیا کہ وہاں رہ کر بھی تم نے یہ کیا تو دیکھنا اس بات کو ہوتا ہے عموماً" ہم یہ کرتے ہیں کہ دوسروں پہ نگاہ رکھیں کہ فلاں حج کر کے بھی آیا ہے جھوٹ بولتا ہے فلاں نے عمرہ بھی کیا ہے اور عبادت نہیں کرتا فلاں ذکر بھی کرتا ہے اوراس کی اصلاح نہیں ہوتی میرے خیال میں ہمارے پاس دوسروں کو چیک کرنے کی فرصت نہیں ہے اس لیے کہ ان کا فیصلہ ہم نے نہیں کرنا ان کے حالات سے ہم واقف نہیں ہیں ان کے پاس جو وجہ ہے اس سے ہم واقف نہیں ہیں۔ عین ممکن ہے ایک شخص پہ روزہ معاف ہو اور ہم یہ تنقید کرتے رہیں کہ یہ شخص روزے نہیں رکھتا بھلا ایسا ویسا ہے لیکن اپنے حال سے اپنی ذات سے اپنی بیماری اپنی صحت سے اپنے وجود سے ہم سب سے زیادہ واقف ہیں تو ہر بندے کو جو اس نے JUSTIFY کرنا ہے وہ بھی اس کی اپنی ذات ہے۔

فکفی بنفسک الیوم علیکم الحسیب۔ تم خود ہی اقراء کتابک۔ اپنا اعمال نامہ لے جاؤ اقراء اپنا اعمال نامہ پڑھو تو تم زندگی بھر ججمنٹ کے لئے ٹھہرے یہ ہماری ججمنٹ ہوتی ہے ہمارا فیصلہ ہوتا ہے کہ کرنا ہے جو کام تین راستے جب سامنے آتے ہیں تو ہم ایک فیصلہ کرتے ہیں جھوٹ بولنا ہے یا نہیں بولنا حلال کھانا ہے یا حرام کا پیسہ لینا ہے عبادت کرنی ہے یا نہیں کرنی تو وہ ایک ججمنٹ ہوتی ہے فیصلہ ہوتا ہے ہمارا کہ یہ کام اس طرح کریں گے۔

میدان حشر میں یہ فرما دیا جائے گا کہ اپنا اعمال نامہ لے لو اس میں تمہارے فیصلے موجود ہیں جو تم نے فیصلے کئے تھے جو تمہاری ججمنٹ ہے وہ موجود ہے ان کو جمع کر لو اور فیصلہ کر لو۔ کیفی بنفسک الیوم علیکم الحسیب۔ اپنے لئے تم بہترین جج ہو۔ اللہ کریم اتنا عظیم ہے کہ ہم اس کی ذات اور اس کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتے جتنا کچھ ہم جانتے ہیں بڑے سے بڑی معرفت باری جسے حاصل ہے اسے اپنی ذات کی نسبت سے حاصل ہے اللہ کی ذات انسانی شعور سے بالاتر ہے۔ اتنی عظیم ذات ایک مجبور و بے بس انسان کو ایک چھوٹے سے ایک حقیر سے وجود کو عذاب دے کر کیا کرے گا اس کی تو شان سے یہ بعید ہے کہ وہ بندے کو سزا دے گا اللہ کو کیا اس سے ہو گا بندوں کا کیا اس سے مقابلہ ہے یا بندے کو اس کے سامنے بندے کی کوئی حیثیت ہے۔

ماکان اللہ لیظلمھم ۔ اللہ کو تو زیب ہی نہیں دیتا کہ لوگوں پر زیادتی کرے اور انہیں مارے پیٹے انہیں سزا دے اللہ کا کیا ہے ولکن کانوا انفسھم یظلمون ہر شخص جو ظلم اور زیادتی کرتا ہے خود اپنے ساتھ کرتا ہے اللہ نہیں کرتا اللہ تو منع کرتا ہے اللہ کریم تو روکتا ہے اس راستے سے اس نے اختیار دے دیا ہے دو راستوں میں سے ایک راستہ چننے کا اور یہ اختیار اس لیے دیا ہے کہ انسان کو ایک شعور بخشا ہے جو باقی مخلوق سے اسے ممتاز کرتا ہے کہ وہ اس کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت اپنی حیثیت کے مطابق حاصل کر سکے اب اسے جاننے اور پہچاننے کے بعد پھر اس سے ٹکر لینا یا اس کی نافرمانی کرنا یا اس کی اطاعت سے بھاگنا یہ اتنا بڑا جرم بن جاتا ہے کہ انسان کو انسانیت سے گرا کر قعرمذلت میں اور عذاب الٰہی میں لے جاتا ہے تو انسان کے اپنے فیصلے یا اس کا اپنا کردار اسے سزا میں لے جاتا ہے اللہ کو تو یہ پسند نہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہزار کافر کو جہاد میں بحالت کفر قتل کرنے سے اللہ کو پسند یہ ہے کہ کسی ایک کافر کو مسلمان بنا دیا جائے اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے چونکہ اللہ اپنے بندوں کو سزا دے کر خوش نہیں ہے اللہ کی رضا تو اس میں ہے کہ اس کا ہر بندہ اس کی اطاعت کرے اب یہ جو بندے پر اللہ نے انعام کیا اور اسے جو اختیار دے دیا تو اس اختیار کو غلط استعمال کر کے بندہ عذاب میں جاتا ہے تو اس اختیار اور فیصلے کی قوت کہ بندہ صحیح فیصلہ کر سکے وہ قوت حاصل کرنے کے لیے پنجگانہ نماز بھی اللہ نے فرض کی کہ پانچ دفعہ مجھ سے ساتھ راز و نیاز سے باتیں کرے جب مارکیٹ میں جائیں جب دارالعمل میں جائیں جب فیلڈ میں جائیں تو وہ اثر اس کے ساتھ ہو اور اسے یاد ہو کہ مجھے پھر واپس جا کر اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہے ہاتھ باندھ کر تو فیصلہ کرتے وقت اس بات کا دھیان رکھے کہ اللہ کی مرضی کے خلاف نہ کرے۔

تو میرے بھائی یہ ہماری جتنی محنت و مشقت ہے یہ کوئی سیرو تفریح نہیں ہے یہ محض حرمین کو دیکھنا اور عجائبات کو دیکھنا مقصد نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ ان سے وہ برکات حاصل کی جائیں کہ ہماری جو قوت فیصلہ ہے وہ مثبت ہو جائے مثبت انداز میں تبدیل ہو جائے اور ایک کیفیت اللہ کی طرف سے عطا ہو جائے دل میں ایک ایسی چیز آ جائے کہ بندہ گناہ کی طرف جانے سے اسے بے رغبتی اور نفرت ہو جائے اور نیکی کی طرف اس کی محبت بڑھ جائے تو جتنی جتنی کیفیت جس کو حاصل ہو گی اصل مقامات اسی کے ہیں اصل مراقبات اسی کے ہیں "نیتجتا" انجام کار سربلند وہی ہو گا دنیا میں اگر کوئی کمال کسی کے پاس ہے تو اس کا ایک غلط فیصلہ اس کا اس کمال کو لے کر ڈوبنے کے لیے کافی ہو سکتا ہے اسی لیے فرمایا۔

واعبدوا ربک حتی یا تیک الیقین۔ اس کیفیت کو تعلق باری کو اس وقت تک قائم رکھو اس وقت تک اللہ کی اطاعت کا دم بھرتے رہو اس وقت تک صحیح فیصلے کرتے رہو جب تک دنیا کی زندگی ختم نہیں ہو جاتی جب دنیا کا بنا ہوا وقت آخری سانس تم لے چکے تم امتحان گاہ سے نکل گئے دارالعمل سے نکل گئے اب دارالجزاء ہے وہاں تمہیں کچھ نہیں کرنا وہاں صرف جو تم نے یہاں کیا تھا اس کے نتائج اس کا انعام اور اس پر اللہ کی رحمت کو صرف تم نے وصول کرنا ہے وہاں صرف موج کرنی ہے جینا یہاں ہے تو وہ زندگی جس میں اللہ نے بے پناہ انعامات عطا فرمائے ہیں اور سب سے بڑا انعام جو ہے اس زندگی میں وہ حق ہیں جتنی نعمتیں جنت کی بیان کی جاتی ہیں وہ بیان کرنے والا ان سب نعمتوں کو بیان کر نہیں سکتا۔

ہمارے ایک استاد ہوا کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے بہت مزے کی بات کی انہوں نے ہمیں ایک پروگرام دیا تھا کہ مارننگ

اسمبلی جو ہوتی تھی اس میں ہر بچہ کچھ بیان کرے اور وہ بیان دین کے متعلق ہو تو روزانہ کسی نہ کسی کا بیان ہوتا تھا تو وہ خود کبھی کبھی مارننگ اسمبلی میں آتے تھے تو ایک دن وہ بھی وہاں موجود تھے بیان ہوا کچھ جنت کے بارے احادیث میں سے تفاسیر میں سے ایک مضمون بنا رکھا تھا کہ جنت میں یہ ہو گا جنت میں وہ ہو گا تو انہوں نے اس کے بعد بڑے مزے کی بات ہمیں سنائی وہ کہنے لگے دیکھو جنت کے بارے جتنا کچھ رب کریم نے قرآن میں بتایا ہے جتنا کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے یہ سارا انسانی عقل کے مطابق ہے کہ بندے جو بات سمجھ سکتے ہیں یہ بتائی گئی ہے لیکن جنت کی نعمتیں اتنی ہیں کہ جو جنت میں پہنچے گا وہی انجائے (ENJOY) کرے گا۔ یہاں بیٹھ کر سمجھی نہیں جا سکتیں۔ فرسٹ کلاس کا ڈبہ سمجھانا چاہیں یا اسے آپ کسی ایئر کنڈیشن گاڑی کے متعلق بتانا چاہیں تو آپ مجھے بتائیں کہ اس طرح کا مکان ہوتا ہے اس میں مشین لگی ہوتی ہے اور اس کے نیچے اس طرح گول گول پہیے ہوتے ہیں اس میں بیٹھے تو بڑے آرام سے آدمی بیٹھتا ہے اور بڑے مزے سے سفر کرتا ہے اور وہ گھنٹوں کا سفر جو ہے وہ پل بھر میں کرا دیتی ہے تو وہ بندہ جتنا بھی سوچ گا ریل کی صحیح کیفیت کو نہیں سمجھ سکتا نہ اس کی صحیح شکل اس کے ذہن میں اس نے دیکھا ہی نہیں تو جتنا کچھ اس کا استعداد علمی ہے اس کے مطابق ایک تصویر بناتا رہے گا حقیقتاً کار کی ریل کی تصویر اس کے ذہن میں نہیں بن سکتی۔

اسی طرح وہ کہنے لگے کہ جنت کی جو نعمتیں ہیں ان کا حقیقی تصور ہے نا یہاں سے نہیں بن سکتا جب تک کوئی وہاں جائے گا نہیں اس سب کے باوجود جنت ہمارے امیدوں کا حاصل نہیں ہے جنت تو ان لوگوں کی رہائش گاہ ہے جنہیں ان کی امیدوں کا حاصل مل جائے گا جنت ایک ریزیڈنشل ایریا ہے کچھ خاص لوگوں ایک خاص طبقے کی رہائش گاہ ہے تو ان کا حاصل کیا ہو گا ان کا حاصل رضائے باری ہو گا حاصل قرب الٰہی ہے حاصل رضائے الٰہی ہے حاصل اللہ کریم کی معرفت ہے جنہیں وہ نعمت نصیب ہو گی ان کی رہائش گاہ ہے اس کی جنت تعریف قرآن نے کی وہ حق ہے جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی وہ حق ہے لیکن جنت امیدوں کا حاصل نہیں ہے۔

ایک صحابی نے جو اس کی Defination دی تھی بہت خوبصورت ہے ایک بھوکا سا صحابی جس کے پاس ایک وقت کا کھانے کو نہیں، کپڑے پورے پہننے کو نہیں، پاؤں سے ننگا ہے بال پریشان ہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا ہوا جنت کی بات ہو رہی تھی تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جنت نہیں چاہیے ہم یہاں بڑے مزے سے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسم نے فرمایا تو کیسا عجیب آدمی ہے کہ اللہ جنت کو مانگنے کا حکم دیتا ہے میں لوگوں کو جنت کی دعا کرنے کی تلقین کر رہا ہوں اور تو کہتا ہے جنت نہیں چاہیے۔ اس کی بات میں اتنی گہرائی اتنا خلوص اتنی صداقت تھی کہ اس کا جواب رب جلیل نے دیا اس نے جو وجہ بتائی اس میں اتنا خلوص تھا اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ٹھیک ہے حق ہے اس پر ایمان ہے لیکن جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے تو سب سے اعلیٰ مقام آپ کے لیے ہو گا ہم جنت میں جائیں گے بھی تو ہمارا سٹیٹس انفرادی تو اپنی ہو گی ہم کہیں دور نیچے ہوں گے آپ کہیں آگے بہت بلندیوں پر ہوں تو اس جنت کو ہم کیا کریں گے ہماری تو یہ جنت ہے کہ بھوکے ہوں پیاسے ہوں لباس پھٹا ہوا ہو لیکن جب جی چاہتا ہے آ جاتے ہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور رخ انور کی زیارت سے دل کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں تو یہ اگر یہ مزا جنت سے نکال دیا جائے تو پھر جنت کو ہم کیا کریں گے کہ وہاں ہم بیٹھے ہوں ہمارے پاس دولت بھی ہو سونے چاندی کے محل بھی ہوں حور و کبور ہوں سب ہوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی محفل نہ ہو تو اس جنت کو کیا کریں گے تو اس میں اتنی گہرائی تھی کہ اس کا جواب رب جلیل نے دیا اور قرآن حکیم میں موجود ہے۔

فرمایا آخرت پہ یقین جنہیں نصیب ہوتا ہے اور جن کی زندگی ایمان کے ساتھ قرآن نے کہیں بھی عمل صالح کو الگ نہیں کیا۔ ایمان نام ہی اس کیفیت کا ہے جو کردار کو صلاحیت میں ڈھال دے تو اس نے جواب دیا کہ جو لوگ اس کو پا لیں گے۔

اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین و شھداء الصلحین و حسنا اولئک رفیقا۔

اس کا اگر با محاورہ ترجمہ کیا جائے یہ بنتا ہے کہ جو لوگ اس کیفیت کو پا لیں وہ جنت میں بھی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اسی طرح بیٹھنے کے لیے ملنے کے لیے زیارت کے لیے حاضر ہو سکیں گے صدیق شہداء صالحین کے پاس بھی۔ وحسنا اولئک رفیقا۔ ان کی بڑی پر رونق محفلیں ہوں گی اور بڑے مزے کی میٹنگیں ہوں گی اور بڑے مزے کی مجلسیں ہوں گی ان کی فرمایا میں تم لوگوں کو روکوں گا نہیں وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جانے سے یا اپنے سے بالاتر لوگوں یا نیک لوگوں سے ملنے سے پابندی رہائش کسی کی جہاں بھی ہو حضوری سے منع نہیں کروں گا تو لوگوں نے جنت بھی تب قبول کی جب انہیں یہ یقین ہو گیا کہ جنت محض مکانوں محض کھانے پینے محض جنت کے لباس کا نام نہیں ہے بلکہ وہاں بھی قرب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرب الٰہی نصیب ہو گا یعنی اصل چیز جو جنت کی بھی ہے وہ رضائے الٰہی ہے وہ قرب پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ قرب مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اصل وہ کیفیت ہے جو انسان کو صدیوں کی دوری کے باوجود بارگاہ نبوت کی حضوری عطا کرتی ہے اصل وہ قوت ہے جو انسان کو ایک جرم خاکی ہونے کے باوجود اللہ کا قرب اور اللہ کی بارگاہ کی حضوری نصیب کر دیتی ہے تو تمام عبادات کا بھی تمام سفروں کا بھی مل بیٹھنے کا بھی ایک دوسرے کو محنت کی تلقین کرنے کا بھی حاصل یہ ہے کہ اس زندگی میں ہمیں فیصلے کرنے کی وہ کیفیت نصیب ہو جائے کہ ہم اپنے کردار کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سانچے میں ڈھال سکیں اور جہاں جہاں کوئی نافرمانی ہے جہاں جہاں کوئی سوراخ ہے جہاں جہاں کوئی ایسا خدشہ ہے کہ وہاں سے ہماری وہ کیفیت ضائع ہو جاتی ہے اس سے اللہ بچنے کی توفیق عطا کرے۔

ایک دفعہ ضیاء الحق مرحوم نے کچھ لوگوں کو جمع کیا اور سوال یہ تھا کہ حکومت جو کچھ ملک کی اصلاح کے لیے کر رہی ہے کیا یہ طریقہ کار درست ہے یا اس میں کوئی ایسی ترمیم کوئی ایسی تجویز کی جائے کہ اور بہتر حالات ہوں تو بلوچستان کے ایک صاحب تھے مجھے ان کی بات ابھی تک یاد ہے اور بڑی پسند بھی ہے جب ان کی باری آئی تو سٹیج پر آ کر انہوں نے کہا کہ بھئی میرا ایک نواسہ تھا (وہ بزرگ آدمی تھے) اس کا کچھ دماغی توازن صحیح نہ رہا تو ہم اسے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گئے بڑی مشکل سے وقت لیا تو وہ ڈاکٹر یہ جانچنا چاہتا تھا کہ یہ واقعی پاگل ہے یا اس میں کچھ ہوش باقی ہے تو اس نے اس کا جو امتحان لیا وہ یہ تھا کہ ایک رکھ دیا برتن جس میں کئی سوراخ تھے اور اسے ایک بالٹی دے دی اور اسے پانی کا وہ نلکا بتا دیا کہ وہاں سے پانی بھر کے اس برتن کو بالٹیوں سے بھر دو تو وہ بے چارا کوئی آدھا گھنٹہ مسلسل بھرتا رہا اس طرف اس کا خیال نہیں گیا کہ جو بالٹی میں ڈالتا ہوں میرے ڈالتے ہی وہ ساری بہہ جاتا ہے وہ بھرتا اور اس میں آ کے ڈال دیتا پھر جاتا بھاگ کر پانی کی بالٹی بھرتا اس میں ڈال دیتا تو وہ سمجھ گیا کہ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا یہ پاگل ہے تو وہ کہنے لگا کہ آپ ہم سے مشورے نہ مانگیں آپ کا جو ملکی نظام ہے اور آپ کی جو حکومت ہے اس میں بے شمار سوراخ ہیں آپ جو کرنا چاہتے ہیں اور ہوتا ہے اور آپ اس میں جو ڈالتے ہیں سارا بہہ جاتا ہے

آگے کچھ نہیں جاتا آپ اگر اپنے اس گھڑے کے سوراخ بند کر سکتے ہیں اس سسٹم میں جو لوپ ہول ہیں آپ اگر انہیں بند کر سکتے ہیں تو ہمارے مشوروں کی ضرورت ہی نہیں اگر وہ لوپ ہول وہی ہیں وہ سوراخ وہی ہیں تو ہم بھی اگر بالٹیاں ڈالتے رہیں گے تو وہ بہتی ہی جائے گی ان کی وہ بات مجھے بڑی پسند آئی۔

آدمی عمرے بھی کرے آدمی حج بھی کرے آدمی ذکر بھی کرے لیکن وہ سوراخ اپنی جگہ موجود رہے جو خطائیں جو گناہ جو برائیاں ہم کاروبار میں معاملات میں لین دین میں یا عملی زندگی میں کرتے ہیں وہ اپنی جگہ موجود رہیں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم پاگل ہیں ہم بالٹیاں بھر بھر کر ڈال رہے ہیں لیکن اس برتن کو ہم نہیں دیکھ رہے جس میں ہم یہ ڈال رہے ہیں سب کچھ۔ اس میں کچھ بھرتا بھی ہے؟ تو ساری محنت ساری زندگی کا حاصل یہ ہے کہ وہ شعور نصیب ہو جائے کہ جہاں خطا ہوتی ہے آدمی سے وہاں سے اللہ اسے بچنے کی توفیق دے دے نیکی از خود ہوتی رہتی ہے بڑھتی رہتی ہے بشرطیکہ اسے کھانے کے لیے برائی موجود نہ ہو ورنہ ایک ایک گناہ صدیوں کی نیکیوں کو نگل لیتا ہے ایک چھوٹا سا سوراخ بہت بڑے برتن کو خالی کرنے کے لیے کافی ہے علمائے حق جب بحث فرماتے ہیں نا صغائر اور کبائر کی۔ کبیرہ گناہ کون کون سے ہیں صغیرہ گناہ کون کون سے ہیں تو اس میں قرآن سے لے کر حدیث سے لیکر شمار کیا جاتا ہے کہ فلاں کبیرہ ہے فلاں کبیرہ ہے فلاں کبیرہ ہے پھر فلاں صغیرہ ہے فلاں صغیرہ ہے تو آخری جملے جو ہیں وہ اہل توجہ ہیں فرماتے ہیں گناہ بہرحال گناہ ہے وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ یعنی گناہ کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے کہ اپنے وجود میں وہ چھوٹا ہے لیکن نافرمانی کس کی ہے اس حساب سے کوئی صغیرہ نہیں کہ وہ اللہ کی نافرمانی تو ہے۔ تو ایک چھوٹا سا سوراخ بھی اگر کسی بہت بڑے جہاز میں کر دیا جائے تو شاید وہ ڈوبنے میں زیادہ وقت لے جائے گا لیکن ڈوبے گا بچنے کی امید نہیں ہوتی اگر سوراخ چھوٹا بھی ہے تو کبھی نہ کبھی اسے لے ڈوبے گا۔

تو اللہ کریم توفیق عطا فرمائیں تو آدمی میں خطاؤں سے بچنے کی استعداد ہو جائے یا گناہ برتقاضائے بشریت اگر گناہ صادر ہو گناہ کا صادر ہونا اتنا برا نہیں ہے جتنا گناہ پر اصرار برا ہے خطا ہو جائے تو پھر وہ احساس بیدار ہو کہ میں کچھ کھو رہا ہوں اس سے رجوع کرے توبہ کرے توبہ یہ ہے کہ آئندہ نہ کرنے کے عہد ساتھ وہ کام کرنا چھوڑ دے یہ توبہ نہیں ہے کہ کام بھی وہی کرتا رہے زبان سے توبہ توبہ بھی کہتا رہے توبہ اس کام سے ہٹنا اور رجوع کا نام ہے بیانوں کا بھی حرم کے جمعوں اور حرم کی نمازوں کا بھی حرم کی حاضری اور ان مقدس مقامات کی زیارت کا بھی کہ وہ کیفیات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تقسیم فرمائیں کہ قیامت تک کی ساری انسانیت بھی اپنے دامن بھرتی رہے تو ان میں کمی نہیں ہو گی ان میں سے ہمارے دامن میں کیا انکا ہمارے دامن میں کتنے سوراخ ہیں ہمارے گود کہاں کہاں سے پھٹی ہوئی ہے وہ دامن کے رفو سینے کی توفیق ہو جائے اور اللہ کی اطاعت کی وہ جو ہے لذت وہ محسوس ہو اور گناہ کی تلخی محسوس ہو اور اس طرف جانے سے بندے کو اجتناب نصیب ہو جائے تو فرمایا۔

اولئک ھم المفلحون○ وہ لوگ جیت گئے وہ کامیاب ہوئے اولئک علی ھدی - وہ ہدایت پا گئے اپنے پروردگار کی طرف سے وہ لوگ جیت گئے تو اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ہمارے اس آنے جانے اور اس حاضری کو قبول فرمائے اور یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے صرف کر سکیں اس میں جان جائے تو یہ سعادت ہے اس میں مال صرف ہو تو یہ خوش نصیبی ہے اس میں ہمارا زور قلم زور بیان صرف ہو تو یہ بہت بڑی خوش بختی ہے اور یہ بہت بڑا انعام ہے اللہ کا کہ ہم اپنی توانائیاں اسی مقصد میں خرچ کر سکیں جو کامیابی کا راستہ ہے۔

تخلیقِ انسان کا مقصد

مولانا محمد اکرم اعوان

دین برحق نے انسان کو پوری کائنات میں وہ اہمیت دی ہے کہ اللہ کی ساری تخلیق ساری صنعت میں یہ واحد ایسی تخلیق ہے جو اپنے وجود کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتی اللہ کی نوری مخلوق فرشتے عرش پر آسمانوں پر جنت میں رہنے والے ہر وقت اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے والے یا ایسے فرشتے جو جب سے تخلیق ہوئے اور تب سے تسبیح ہی کر رہے ہیں یا سجدے میں ہی ہیں یا رکوع میں ہی ہیں اور ہمیشہ اسی طرح اس حال میں ہی رہیں گے ان سب میں بھی اور انسان میں بھی پھر ایک بنیادی تفاوت ہے یہ ساری کائنات اللہ کے بنائے ہوئے ایک مربوط نظام میں منسلک ہے اور اس کے علاوہ جس کام کے لیے اسے بنا دیا گیا ہے اس کے علاوہ وہ نہ کچھ کر سکتی ہے نہ سوچ سکتی ہے جس طرح آم کا درخت کیکر کا پھل نہیں دے سکتا کیکر کے درخت پر آم نہیں اگتے ایک نظام ہے جس میں اسے پرو دیا گیا ہے اسی نظام میں اس نے چلنا ہے اسی طرح ساری کائنات کا ایک ایک فرد اللہ کے بنائے ہوئے نظام میں منسلک کر دیا گیا ہے اور وہ چل رہا ہے لیکن انسان اس کی زندگی کا بیشتر حصہ اس کی تخلیق اس کے وجود کی تعمیر اس کی صحت و بیماری اس کا دنیا میں قیام یہ ساری چیزیں اسی سلسلے میں پروئی ہوئی ہیں اسی لیے کوئی آدمی اپنی خواہش سے پیدا نہیں ہوتا اپنی مرضی سے مرتا نہیں اپنی پسند سے بیمار نہیں ہوتا اور اپنی خواہش پر صحت مند نہیں ہوتا یہ سارا نظام ایسا بنایا گیا ہے جس میں سے ہر انسان کو گذرنا پڑتا ہے لیکن جب اطاعت الٰہی کی باری آتی ہے تو وہاں انسان کو اللہ نے اپنی عظمت کو جانچنے سمجھنے جاننے کا شعور بھی دے دیا اور یہ چاہا کہ بجائے اس کے کہ اسی تکوینی سلسلے میں پرو کر تجھ سے سجدہ کرایا جائے جب تجھے یہ شعور بخشا ہے تو اس شعور میں کام لاتے ہوئے تو میری عظمت کو دیکھ کر اپنے فیصلے سے سجدہ کرے وہ ایک سجدہ جو اپنے فیصلے سے عظمت الٰہی کو تسلیم کرتے ہوئے کیا جاتا ہے وہ ان سجدوں پر بھاری ہو جاتا ہے جو صدیوں ہزاروں برسوں سے تکوینی طور پر ساری کائنات کرتی آ رہی ہے یہاں اس پر بحث ہو رہی ہے فرمایا

کہ انسان کو اللہ نے وہ شعور بخشا ہے کہ یہ تجزیہ کر سکتا ہے تقابلی مطالعہ کر سکتا ہے شب و روز کے آنے جانے سے موسموں کے بدلنے سے چیزوں کے پیدا ہونے سے اس پورے نظام کا جب یہ مطالعہ کرتا ہے تو حاصل اس کا یہ ہے رب السموت و الارض وما بینھما اس سارے مطالعے کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جس ذات کی طرف دین حق نے کتاب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی ہے وہی ذات ہے اس سارے نظام آسمانوں اور زمینوں اور ساری کائنات کو بنانے والی بھی اور چلانے والی بھی کیونکہ انسان جتنا تجزیہ کرتا چلا جاتا ہے تو ہر چیز کسی دوسری پر اس چیز کی بنیاد استوار ہوتی ہے سردی کیوں ہے؟ بارش ہے بارش کیوں ہے بادل تھے بادل کیوں ہے دھوپ نکلی تھی سمندر تھا پانی تھا بھاپ بنی ایک نظام چلتا چلا جاتا ہے اسے جہاں تک چلاتے جائیں وجود کیوں ہے وہاں سے پیدا ہوا اس میں یہ عناصر تھے وہ کہاں سے آئے مٹی کیا ہے ہوا کیا ہے مٹی کہاں سے آئی ہوا آگے چلتا چلا جائے گا حتیٰ کہ تمام سوالوں کا جواب ایک ذات پر جا کر رکتا جاتا ہے جہاں کیوں کب کہاں کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور اگر یہی وجہ ہے کہ باطل ادیان کو بھی ایک ایسی طاقت ماننا

بڑی جو بنیاد ہے اب ہندو برصغیر میں آبادی اتنی نہیں تھی جتنے بت تھے ہندوستان ہی کی تاریخ میں ملتا ہے کہ اس زمانے میں چھتیس کروڑ بت پوجے جاتے تھے ہندوستان میں جب اس کی آبادی ساری پندرہ بیس کروڑ بھی نہیں تھی تو ان سب دیوی دیوتاؤں کے اور ان کے مختلف ان کے ساتھ عقیدتوں کے باوجود ہندو کو بھی ایک مہادیو ماننا پڑا بہت بڑا دیوتا جو سب سے آخر میں ہے عقل انسانی جتنا تجزیہ کرتی چلی جائے تو بالاخر اسے ایک انجام کار ایک ایسی ہستی ماننی پڑتی ہے جو کسی پر DEPEND نہ کرتی ہو جس کا مدار کسی پر نہ ہو جو از خود ہو اب وہ کون ہے کیسی ہے یہ اتنا مشکل سوال ہے اتنا مشکل سوال ہے کہ اسے عقل انسانی حل نہیں کر سکتی اسی لیے سب سے پہلا انسان جس نے زمین پر قدم رکھا وہ اللہ کا نبی علیہ السلام تھا یہ نور نبوت ہی ایک ایسا نور ہے ایسی روشنی ہے جو اس کیوں کا جواب دیتی ہے کہ اللہ کیسا ہے اس کی ذات کیسی ہے اس کی صفات کیسی ہیں عقل انسانی کی رسائی سے یہ بالاتر ہے عقل اپنے دلائل سے اس کی تائید کر سکتی ہے اس کو تسلیم کر سکتی ہے جب اسے پتہ چلتا ہے عظمت باری کا تو اس کے لیے خارجی دلائل سے وہ مدد حاصل کر سکتی ہے لیکن اگر کوئی بتانے والا نہ ہو تو عقل اللہ کی ذات کا یا اللہ کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتی اس لیے پوری تاریخ انسانی میں اللہ کی ذات اور اس کی صفات کی بات اگر کی تو صرف انبیاء علیھم السلام اور رسل نے کی کسی دانا کسی فلسفی کسی بھی حکیم طبیب کسی مورخ کو کسی سائنس دان کو کسی کیمیا دان کو یہ جرات نہیں ہو سکی کہ وہ اس سوال کا جواب دے دے۔

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیون سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

لیکن مفہوم یہی ہے کہ بڑے بڑے فلاسفر تھے بڑے بڑے ادیب تھے دانش ور تھے مورخ تھے لیکن ذات باری یا صفات باری کی تعین یا اس کے متعلق بحث کرنا آسان بات نہ تھی تو جب اللہ کے نبی کی تعلیمات اللہ کی کتاب دعوت دیتی ہے فکر کی اور رہنمائی بھی کرتی ہے تو پھر فرمایا کہ اس سارے کا حاصل یہ ہے کہ انسان جب دیکھتا ہے تو آسمانوں زمینوں یا اس کے درمیان جو کائنات ہے اس ساری کائنات کو بنانے والا بھی اور چلانے والا بھی عدم سے وجود بجائے خود ایک عجیب کام ہے کچھ نہ ہو اور بے شمار سب کچھ بن جائے لیکن اس سب کچھ کو رب کریم نے ایسا نہیں بنا دیا کہ جیسے ہم چار دیواریں کھڑی کرتے ہیں ہر دیوار اپنی اپنی پہ کھڑی ہے اوپر چھت کھڑی کرتے ہیں ایسا نہیں کیا ایک پتے کو بنانے میں اس نے پورے نظام کائنات کو ملوث کر دیا سورج طلوع ہو گا ہوا چلے گی بارش برسے گی زمین میں نم ہو گی پورا ایک نظام متحرک ہو گا ایک بیج ہے وہ پھلے گا گلے گا اس میں سے وہ تنا بنے گا اس میں سے شاخیں بنیں گی جڑیں بنیں گی پھر انجام کار ایک چھوٹا سا پتہ جا کر بنے گا ہم کہتے ہیں دھوپ نکلی ہے ہمیں گرمی لگ رہی ہے یہ دھوپ جہاں ہاتھی کے وجود کو گرمی پہنچاتی ہے وہاں چیونٹی کے انڈے سینچنا بھی اسی سورج کی تمازت کا کام ہے۔

ایک عجیب کلیہ ہے فلسفے کا وہ کہتے ہیں عظمت باری کو اس طرح دیکھو کہ دنیا میں کوئی ذی روح کوئی انسان باقی نہ رہے صرف ایک اکیلا انسان ہو جو سوچ لے اور سمجھے کہ میں اکیلا دنیا میں ہوں کوئی باقی نہیں رہا تو اس ایک آدمی کے لیے بھی اسے نظر آئے گا کہ یہ سارا نظام متحرک ہے یہ ایکی ایک فرد کے لیے کائنات کے ایک ایک جزو کے لیے اس نے اتنا باریک نظام بنا دیا ہے کہ سارا نظام حرکت کرتا ہے تو ایک تنکا بنتا ہے چیونٹی کے انڈے سے بچہ نکلتا ہے ایک دانے سے گوشے تک پہنچتا ہے ایک انسانی وجود متشکل ہوتا ہے بارش کا ایک قطرہ برسنے کے پیچھے آپ اندازہ کریں کتنا نظام ہے ہواؤں کا تمازت کا گرمی کا سورج کے طلوع و غروب کا پانیوں کا کتنا ایک نظام حرکت کرتا ہے کہ

ایک قطرہ جا کر بارش کا بنتا ہے اللہ نے ایسا نہیں بنا دیا جیسے کسی نے گھڑ گھڑ کر کھڑا کر دیا نہیں اس کی ہر صنعت ہر تخلیق میں اس کی عظمت اور اس کی شان کا اظہار اس طرح سے ہے اور اتنا لمبا وہ پراسس ہے اب دنیا بھر میں انسان نے مشینیں بنائیں لیکن صنعت باری اور انسانی صنعت میں واضح فرق موجود ہے ایک گھاس کا تنکا بنانے کے لیے وہی پراسس ایڈاپٹ کرنا پڑتا ہے کہ انسان کو کہ زمین کو نم دے اسے خاص درجے کی حرارت دے یا پانی میں وہ اجزا ملائے جو اس گھاس کے لیے ضروری ہیں کوئی مشین وہ گھاس نہیں بنا سکتی جو قدرتی بنتا ہے آرٹیفشل بنائی گئی تو وہ خصوصیات نہیں ہوتیں تو کوئی بھی جو صنعت باری کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز لے لیں اس پراسس کو ایڈاپٹ کرنے سے بنیں گی جو قدرت کا ہے اس کے علاوہ انسان اپنے طور پر مشین میں بنانا چاہے نہیں بن سکتی انسان جتنی کوشش سے بنائے گا وہ نقل ہو گی اصل نہیں ہو گی اتنا وسیع اور اتنا باریک نظام ہے کہ جس بنانے والے نے اتنا باریک نظام بنایا ہے اس کا چلانا اس کے بنانے سے اور بھی اس کی قدرت کے اظہار کا سبب ہے تو ایک ایک ذرے کی حرکت ایک ایک تنکے کی تخلیق ایک ایک قطرے کا برسنا پورے نظام کائنات کو متاثر کرتا ہے تو چلانے والا کتنا قادر ہے کہ ہر لمحے ہر آن ہر ذرے ہر قطرے ہوا کے ہر جھونکے پہ اس کا کنٹرول ہے اور اس کی مرضی اور اس کی پسند کے اس نظام کے مطابق چل رہا ہے ذرہ کہیں سے چوک ہو جائے تو وہ جگہ تباہ ہو جائے جو قومیں تباہ ہوئیں مفسرین کرام ان کے بارے لکھتے ہیں کہ اللہ نے جو نظام بنایا ہوا ہے چلانے کا اس میں سے کوئی ایک چوک کوئی ایک چول ڈھیلی کر دی جائے سارا نظام لے کر تباہ ہو جائے کوئی بڑا انتظام نہیں کرنا پڑتا رب کریم کو کہ کوئی بہت بڑی فوج فرشتوں کی لانی پڑے وہ جو سیٹلڈ ہے اس میں سے جو اس حفاظت اور اس نظام کو چلانے کی ایک چھوٹی سی کیل ہے وہ نکال دو وہ سارا ایک دم گر جائے گا نظام ہی ایسا ہے۔

لا تا خذہ سنتہ ولا نوم ۔ یعنی اس نظام میں ستانے یا اونگھنے کا کوئی تصور نہیں کہ اس کا چلانے والا ایک لمحہ بھی اس سے غافل ہو جائے ایسا قادر فرمایا۔

فاعبدہ واصطبر لعبادتہ انسان کی عظمت یہ ہے کہ جب وہ معرفت کے اس درجے کو پا لے کہ اتنا کریم اتنا عظیم اتنا قادر کہ ہر لمحے ہر چیز ہر ذرے سے اس کی قدرت کاملہ ہے میں ایک عاجز و حقیر بندہ ہوں میں دن بھر میں اطاعت کم اور خطائیں زیادہ کرتا ہوں اور وہ اتنا کریم ہے کہ وہ پھر اس سارے نظام کو میری خدمت میری تعمیر میرے آرام پہ لگا رکھا ہے تو سوائے اس کی اطلاعت کے کوئی دوسرا رستہ نظر نہیں آتا تو پھر اطاعت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تو نے دو کاموں میں چار کاموں میں اطاعت کر لی اور اس کا حق ادا ہو گیا نہیں۔

واصطبر لعبادتہ اطاعت کا فیصلہ کر اور کئے جاؤ اس کرنے کی کوئی حد نہیں ہونی چاہیے عبادت کا جو تصور دین برحق میں ہے صرف نماز روزے یا حج اور زکوٰۃ سے متعلق نہیں ہے انہیں عفا عبادت کہہ دیا گیا مومن کا ہر کام جو وہ اللہ کی اطاعت میں کرتا ہے مومن کی دنیا بھی دین ہے صحابہ کبار کی جب تعریف کرتا ہے اللہ کا قرآن تو فرماتا ہے۔اے مخاطب تو جب ہی دیکھے گا تو خادمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع اور سجدے میں ہی دیکھے گا۔ خواہ وہ رزق کی تلاش میں سرگرداں ہے خواہ وہ آخرت کے کام میں لگے ہوئے ہیں قرآن حکیم جب روزی دنیا کی بات کرتا ہے اپنا کام کاج کرو اور دنیاوی جو رزق تمہارے لئے مقدر ہے اسے حاصل کرو تو فرمایا آخرت کی بات کو رضوان سے واضح کرتا ہے اور دنیا کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے فضل کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے قرآن حکیم یہ ایک طریقہ کار ہے تو فرمایا وہ دنیا کی روزی طلب کر رہے ہیں دنیا کا کام کر رہے ہیں یا آخرت کے کام میں

لگے ہوئے ہیں نہایت خلوص کے ساتھ رکوع و سجود ہی کر رہے ہیں ان کا دنیا کے کام کرنا بھی اس خلوص کے ساتھ ہے جس پہ سجدہ کیا جاتا ہے گویا وہ سجدے ہی کر رہے ہیں۔

تو اسلام میں عبادت کا تصور یہ ہے کہ گھر کا کام ہے یا سیاسیات ہے یا ملکی معاملات ہیں یا قومی معاملات ہیں صلح ہے یا جنگ ہے مزدوری ہے یا کاروبار ہے ہر کام اللہ کی رضا کے لیے اس کے بتائے ہوئے طریقے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق ہو رہا ہے تو یہ کیا ہے عبادت ہے اللہ کی ہر لحہ عبادت ہے فرمایا جب تمہیں اللہ کی اس عظمت کا احساس ہو تو پھر فاعبدہ۔ تو پھر ہر کام کو اس خلوص سے کر جس خلوص سے تو طواف کرنا چاہتا ہے جس خلوص سے تو حجر اسود کو بوسہ دینا چاہتاہے جس خلوص سے تو صفا مروہ کی سعی کرنا چاہتا ہے جس خلوص سے تو ملتزم سے لپٹ کر دعا کرنا چاہتا ہے تیرا ساری کائنات ملتزم ہے تیری ساری کائنات تیرا بیت اللہ ہے تیری ساری کائنات تیرے مالک کی تجلیات کا مظہر بن جاتی ہے اگر تیرا دل جو ہے وہ اس عظمت اس کیفیت کو پا لے تو پھر عبادت پر اور عبادت لمحوں اور برسوں کی نہیں ہے۔

واصطبر لعبادتہ زندگی صرف ہو جائے عمریں ختم ہو جائیں وہ لذتیں وہ ذوق وہ شوق وہ قرب الٰہی کی تمنا وہ جمال باری کے دیدار کی آرزو وہ ختم نہیں ہو گی زندگی ساتھ چھوڑ دے تیرا جذبہ اطاعت ساتھ نہ چھوڑے زندگی ساتھ چھوڑ دے لیکن تیری غلامی اور تیرے قرب کی تمنا اور تیری طلب میں کمی نہ آئے یہ بھی اصطبر لعبادتہ اور پھر جب تم نے جانچ لیا سمجھ لیا کہ یہ اتنی عظیم ذات ہے تو نے سمجھ لیا کہ تیرے ساتھ وہ کتنا کریم ہے تو نے سمجھ لیا کہ ملجا و ماوی بھی وہی پلٹ کر بھی وہی کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے پھر اس کے بعد حق یہ بنتا ہے کہ جب سجدے میں سر رکھے تو پھر وہ زندگی بھر کبھی اٹھے نہیں ہر کام سجدہ بن جائے کھانا پینا معاملات دوستی دشمنی سفر حضر آنا جانا زندگی پوری کی پوری زندگی طواف بن جائے کہ ساری زندگی جو اللہ کی عظمت کے گرد پھرتا ہی رہے۔

اگر بیت اللہ ہے تو تجلیات باری کا مظہر ہے اگر طواف ہے تو اس دیوانگی کا مظہر ہے جو بندے کو اللہ کی ذات اور اس کی عظمت کے ساتھ حاصل ہونی چاہیے اگر وہ کیفیت حاصل نہ ہو تو باقی کیا بچتا ہے ایک آدمی کھانا کھاتا ہے کھاتا ہے کھاتا ہے اس کا پیٹ نہیں بھرتا ہے اس کا مطلب ہے اس کھانے میں غذائیت نہیں اس نے کیا کھایا کچھ نہیں کھایا اس سے زندہ نہیں رہے گا ایک آدمی پیتا ہے پانی پیتا ہے پیاس نہیں مرتی تو یا اس میں نقص ہے یا پانی میں نقص ہے تو اسے تو موت تک لے جائے گی صحت اور زندگی کا سبب نہیں ہے۔ تو یہ ساری باتیں مظہر ہیں اس حقیقت کا اس نسبت کے حصول کا جو بندے کو رب سے حاصل ہو جاتی ہے تو ساری کائنات اس کے لیے بیت اللہ تجلیات باری کا مظہر بن جاتی ہے اور ساری زندگی اس کی پھر طواف میں گذرتی ہے تو فرمایا اگر تجھے یہ نصیب ہے تو۔

واصطبر پھر تو یہ طواف کیے جا پھر ساری زندگی ادھر ہی گھومتا رہے اللہ کی عظمت کے گرد تیرا دل تیرا قلب تیرا ذہن تیرا ہاتھ پاؤں تیرے اعضاء و جوارح تیری دوستی دشمنی ان ساری کا جو محور و مرکز ہے وہ عظمت الٰہی ہو تیری زندگی ساری اس کے گرد گھومتی رہے اور اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرے گا تو عقل تو اللہ نے سب کو دی ہے شعور سب کو دیا ہے کائنات ایک کھلی کتاب ہے۔

اس کے لیے کوئی دوسرا دروازہ ہے کہ آدمی تجزیہ کر کے دیکھ لے ساری تاریخ انسانی کو کھنگال ڈالے ساری سائنس تجربات کو دیکھ لے سارے فلسفے کو پڑھ جائے سارا تجزیہ کر کے دیکھے دوسرا راستہ ہی کوئی نہیں سوائے محرومی کے کوئی دوسرا کوئی

نجام ہی نہیں ہے اللہ کریم فرماتے ہیں انسان ایسا سادہ ہے کہ یہ جب پھنستا ہے تو چھوٹی سی بات میں پھنس جاتا ہے اتنے بڑے بڑے مسائل حل کرنے والے لوگوں کو آپ دیکھیں ایک چھوٹے سے مسئلے میں پھنسے ہوئے ہوں گے فرمایا اب بہت بڑی تعداد جو ہے انسانوں کی وہ اس بات میں پھنس گئی۔

ویقول الانسان بندہ کہنے لگا ءاذا مامت لسوف اخرج حیا○ تو ہم مر جائیں گے جسم کے سارے سیل ڈیڈ ہو گئے جسم کا سارا سسٹم تباہ ہو گیا گوشت ہڈیاں گل سڑ گئیں کوئی وجود باقی نہ رہا کوئی جل گیا کسی کو جانور کھا گئے کوئی کہاں گیا کوئی کہاں گیا تو یہ پھر سارے بن جائیں گے دوبارہ۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اولا یذکر الا نسان کیا انسان میں اتنا شعور بھی نہیں ہے اتنی عقل بھی ماری گئی ہے کہ

جب ہم نے اسے بنایا یہ کچھ بھی نہیں تھا یعنی تھا ہی نہیں تو ہم نے بنا دیا اب بن کر ٹوٹے گا تو اس کباڑ خانے میں کھڑا کرنا کیا مشکل ہے ایک ویرانہ ایک صحرا ایک DESERT ایک ریگستان ہے جہاں کوئی پتھر اینٹ گارا تصور ہی نہیں ملتا وہاں انسان بہت خوبصورت محل بنا لیتا ہے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ بنانے والے کے وسائل ایسے ہیں اس کے پاس ذرائع ایسے ہیں اس کے پاس اتنی طاقت ہے کہ اس نے پتھر اینٹ گارا ہر چیز جمع کر کے ویرانے میں محل بنا دیا اب انسان کبھی یہ نہیں سوچتا کہ اس کا یہ محل گر جائے تو یہ نہیں بنا سکتا جب اس نے پہلی دفعہ اسے بنتے دیکھا تو اسے یہ یقین بھی حاصل ہو گیا کہ یہ دس دفعہ گر جائے یہ دس دفعہ بنا لے گا اس کے پاس وسائل ہیں تو فرمایا اس کلیے کو اپنی ذات پہ کیوں لاگو نہیں کرتے کہ جب تو نہیں تھا بنانے والے نے بنا دیا اب ٹوٹ پھوٹ جائے گا یا مرجائے گا یا سیل ڈیمج ہو جائیں گے مٹی کھا جائے گی تو تجھے کھائے گی بنانے والا تو وہی ہے اس کی قدرت کاملہ میں تو کوئی تغیر نہیں آیا اس کی قدرت اس کے خزانوں میں تو کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تبدیلی تجھ میں آئی نا اگر محل گر گیا تو محل گیا جس نے بنایا تھا وہ تو وہی سلطان یا امیر یا حکمران ہے وہ پھر ویسے دس بنا دے گا فرمایا اے نادان بندے تو اتنا عقل نہیں رکھتا۔

بندے میں اتنا شعور نہیں ہے یہ تھا ہی نہیں کچھ بھی نہیں نہ کوئی مادہ تھا نہ کوئی سیل تھا نہ کوئی گرمی تھی نہ کوئی سردی تھی نہ زمین تھی نہ آسمان تھا ساری کائنات ہم نے عدم سے وجود میں لا کھڑی کی اب اس وجود میں اگر ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے تو اسے دوبارہ بنانا یہ تو ایک چھوٹا سا کام ہے اس کا ایک حصہ عالم انسانیت مر گیا اسے پھر بڑا کر دیا تو اتنی بڑی وسیع کائنات عدم سے وجود میں جو قادر مطلق لے آیا ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے اللہ کریم فرماتے ہیں تیرے رب کی قسم قران کریم جب قسم دیتا ہے اور عام انسانی زندگی میں بھی قسم جو ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جس کی قسم دی جائے وہ اس بات پہ شاہد ہوتا ہے اسی لیے حضور کا ارشاد ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ دی جائے قسم سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جس کی قسم میں دے رہا ہوں یہ بھی اس بات پہ گواہ ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔

قسم ہے تیرے اسی پروردگار کی جس نے یہ سارا نظام بنایا بھی ہے اور چلایا بھی یعنی اللہ کی ربوبیت اس بات پہ گواہ ہے۔ لنحشر نھم۔ میں ان سب کو دوبارہ اکٹھا کروں گا تقاضائے ربوبیت ہے تو آپ اگر ربوبیت باری کو پڑھیں تو اس کائنات میں ساری دنیا اس کی نعمتوں سے مستفید ہوتی ہے اس کا ایک بندہ نعمتوں سے مستفید ہو کر اس کا شکر ادا کرتا ہے اس کی عبادت کرتا ہے دوسرا نعمتیں اس کی کھاتا ہے اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ بندہ ظلم و زیادتی کرتا ہے دنیا میں عیش و عشرت کرتا ہے حکومتیں کرتا ہے موج کرتا ہے دونوں اس دنیا سے چلے جاتے ہیں اور اس حال میں کہ وہ اطاعت الٰہی میں کمربستہ ہے بھوک پیاس سردی گرمی

برداشت کر رہا ہے یا عیش کر رہا ہے نافرمانی کر رہا ہے تو اگر ان دونوں کو اٹھا کر اس کا انصاف نہیں کیا جائے تو پھر زندگی کا تصور ہی بیکار ہو گیا پھر تو فائدے میں وہ لوگ رہے جنھوں نے جرم کر لیا جنھوں نے عیش کر لی جنھوں نے موج کر لی وہ فائدے میں رہے کہ نیکی کرتے رہے عبادت کرتے رہے ایثار کرتے رہے میدانوں میں جا کر شہید ہو گئے جن کی ہڈیاں جنگلوں اور صحراؤں کی مٹی کا حصہ بن گئیں تو انہیں پھر کیا حاصل ہوا تو اس سارے کائنات کی ربوبیت کے پیچھے جتنی حکمت ہے ایک ایک ذرے کی تعمیر اس کی تخلیق ساری آپ اندازہ کریں گے تو جتنے سیارے آج تک سائنس کی نظر میں آ سکے ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ان کے طلوع و غروب یا ان کی گرمی سردی یا ان کی شعاع یا ان کی ریز کے آنے جانے سے زمین پر تغیرات پیدا ہوتے ہیں یعنی تمام سورج سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے سیارے اور ستارے تک تمام سیاروں کی توجہ کا مرکز زمین ہے آسمانوں پر جو کچھ ہوتا ہے اس کی توجہ کا مرکز زمین ہے عرش عظیم سے لے کر ہر ایک سیارہ جو ہے اس کی توجہ کا مرکز زمین ہے اور زمین پر جتنی تخلیق ہے۔

جو کچھ زمین پہ ہے وہ سارا کچھ ایک انسان کی خدمت میں لگا ہوا ہے عرش سے لے کر فرش تک ہر چیز کی جو تخلیق تھی اس کا مقصد سمجھ میں آ گیا کہ یہ ساری کائنات اس چھوٹے سے سیارے زمین کو بنانے بسانے اور چلانے کے لیے اتنا نظام متعارف ہے زمین پر جو کچھ ہے اس کا حاصل ایک انسان ہے وخلق لکما فی الارض جمیعا اتنا بڑا نظام جس ایک انسان کو زندہ رکھنے بنانے اور اس کے پچاس ساٹھ سال گذارنے کے لیے چل رہا ہے تو ان پچاس ساٹھ سالوں کا اس انسان کا اپنا نتیجہ کچھ نہیں ہو گا وہ انسان کس لیے ہے یعنی جس کے لیے اتنا بڑا نظام ہے وہ کس لیے ہے فرمایا یہ جو نظام ہے یہ اس بات کا جواب تھا۔

فوربک - تیرے پروردگار کی قسم یعنی تیرے رب کی ربوبیت اس بات پہ گواہ ہے اس کا تقاضا ہے کہ اتنا جس کے لیے بنایا ہے اس کا بھی تو انجام ہو وہ بھی کسی مقصد کے لیے ہو۔

لنحشرنھم - ان سب کو میں اکٹھا کروں گا اور جو انہیں باتیں سکھاتے ہیں نا ان کے استاد والشیطین - ان کو بھی ان کے ساتھ لا کھڑا کروں گا اب دیکھ لو اب جو تمہیں سوال باقی ہے یا جو تمہیں اعتراض ہے اب اس میدان میں چل کے دیکھو۔

پھر جو کفر اور اللہ کی رحمتوں کی ناشکری کا حاصل ہے اس کا اب انہیں اعتبار نہیں آتا اس کے کنارے کھڑا کر کے اس سے میں پوچھوں گا کہ کفر کا انجام جہنم ہے یا نہیں تمہیں یقین آیا۔

پھر ایک ایک گروہ ایک ایک طبقے کو مختلف انسان مختلف گروہ مختلف جماعتیں جو عظمت الٰہی کے انکار اور کفر پر اصرار کے لیے زندگی بھر محنتیں کرتی رہیں اور بڑی بڑی طاقتور بڑی بڑی حکومتیں بڑی بڑی کافرانہ سلطنتیں بڑے بڑے کافرانہ نظام۔ من کل شیعتہ ہر باطل گروہ ہر باطل پرست گروہ۔ لفظ شیعہ قرآن حکیم نے متعدد جگہ استعمال فرمایا ہے اور قرآن حکیم الفاظ کے معنی کو ایک خاص اسلوب عطا کر دیتا ہے ہماری مصیبت یہ ہے کہ اس دور کا محقق جو ہے وہ لغت سے عام جو انسانی معاشرے میں بعض الفاظ ہیں وہاں سے معانی اخذ کر کے قرآن کو پہنانا چاہتا ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ اس لفظ کو قرآن حکیم جہاں استعمال کرتا ہے پورے معاشرے میں اس کی سند یہ ہونی چاہیے کہ قرآن حکیم نے اس سے یہ مراد لی ہے اس لیے اس لفظ کا معنی یہ ہے اس گروہ کو استعمال کیا ہے جو باطل ہو اللہ کا باغی ہو حق کے خلاف ہو اور اس کے ساتھ اپنے حق پر ہونے کا مدعی بھی ہو یہ بھی کہتا ہو کہ سچا میں ہوں اس لیے یہاں رب جلیل نے ورنہ یہاں کافر کی بات ہوتی۔ جو کفر کی بنیادی جو قیادت ہے اس کی بات ہو رہی ہے کہ پچھلے تو خود بخود آ جائیں گے جب ان کے رہنما سب سے بڑا قائد تو کفر کا شیطان ہے اور وہ سارے شیاطین بھی ہوں گے پھر وہ

جماعتیں بھی ہوں گی جو کفر کو حق ثابت کرنے کے لیے ساری عمر وہ زور بیان زور قلم اور اپنا زور بازو صرف کرتی رہی۔

ثم لننزع من کل شیعۃ ہر اس باطل جماعت کو بھی باطل کو حق ثابت کرنے میں اپنی قوت ثابت کرتی رہی وہاں کھڑا کر کے یہ پوچھ لیا جائے گا۔

ایہم اشد علی الرحمن ۔ وہ کریم جس نے تمہارے کفر کے باوجود تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا رہا مہلت دیتا رہا وقت دیتا رہا اب اس کی گرفت کا وقت آگیا ہے اور اب بڑی بڑی طاقتیں بڑی بڑی حکومتیں بڑے بڑے سلطان اب تم میں دم خم ہے کہ اس کی گرفت سے بچ سکو تو اللہ کریم جس نے یہ احسان فرمایا کہ انسانی عقل اور شعور عطا فرمایا انسانی وجود عطا فرمایا پھر اس نے بہت بڑا حسان یہ فرمایا کہ ہمیں مسلمانوں کے گھر آنکھ کھولنے اور پیدا ہونے کی سعادت بخشی اور پیدائش پر ہمارے کان میں ہمارے دل میں اس کا اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور اس کا حکم حق پہنچایا یہ اس کا بڑا احسان ہے بظاہر دیکھا جائے تو ایک نئے پیدا ہونے والے بچے کے کان میں اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ ۔ اشھد ان محمد رسول اللہ کہنا تو بظاہر اس پر کوئی سمجھ نہیں آتی کیا ضرورت ہے بچہ ہے نہ زبان سمجھتا ہے نہ آواز سمجھتا ہے ابھی تو اسے ہونے کا شعور بھی نہیں ہے ابھی پیدا ہوا ہے لیکن اس کا ایسا اثر ہے کہ وہ جو پہلی آواز جاتی ہے وہ کہیں دور دل کی گہرائی میں نقش ہو جاتی ہے اور وہ کوئی کتنا گنہگار کوئی بڑا ہی بدنصیب ہو جو مسلمان مرتد ہو جائے ورنہ جو مسلمان پیدا ہوتا ہے وہ مسلمان مرتا ہی ہے گنہگار ہو سکتا ہے لیکن وہ جو پہلا نام اس کے دل میں وہ جو پہلی عظمت اور پہلی بات رسالت کی جو پڑتی ہے یہ اس کا احسان ہے کہ جس نے ایسے معاشرے میں پیدا فرمایا سب سے پہلے دنیا میں اسی کا نام اترا۔ وہ مہربانی فرمائے تو دنیا کا آخری لفظ جو سننا نصیب ہو وہ بھی اسی کا ہو انجام کار اسی کی رضا نصیب ہو زندگی ایک چھوٹا سرمایہ ہے انسان کے پاس اس سے بہت بڑی بات جو رضائے الٰہی ہے اور ساری آخرت خریدی جا سکتی ہے بات خرچ کرنے کی ہے کہ آدمی کہاں خرچ کرتا ہے قرآن حکیم نے ایک ایک لمحے کی رہنمائی کر دی ہے۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگذر فرمائے اور ہمیں دین کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

بقیہ : سوال و جواب

رقم استعمال ہوتی ہے اور غیر مسلم حاجتمندوں پر عام صدقات۔

دارالعرفان، الاخوان یہ دونوں ادارے خالص اپنی رقم سے چلتے ہیں۔ اللہ نے انہیں چلا رکھا ہے اور انشاء اللہ چلتے رہیں گے۔

دعائے مغفرت

تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

۱۔ مولانا عبدالرحمٰن کی بیوی (اٹک)

۔ وارث خان کی والدہ (اٹک)

پروفیسر علی صفدر ملک کی والدہ (امیر جماعت) اٹک

معلومات، خط و کتابت اور چندہ اس پتہ پہ بھیجئے۔
دفتر المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی
کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور

سوال آپ کا جواب شیخ مکرم کا

سوال : کل والے مولانا صاحب کی چٹ ہے جو انہوں نے کل پروگرام ختم ہونے پر دی تھی تو باقی تو کچھ جواب میں نے دے دیئے تھے کچھ ان کے ذاتی اس میں مسائل ہیں۔ ایک بات بنیادی جو انہوں نے اس میں لکھی ہے "میں نے خواب میں دیکھا کہ جب میں اعتکاف بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی آیا مجھے کہنے لگا یہ سلسلہ صحیح ہے باقی سب جھوٹ اور وہ آدمی مجھے ایک مرشد کے پاس لے گیا" اب آگے ان کی تعبیر ہے کہ "شاید لے جانے والے آپ ہوں اور لے جانے والے آپ ہو سکتے ہیں جس کے پاس آپ مجھے لے گئے گھنی اور کالی داڑھی اس کی تھی میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس آدمی کے پاس آپ لے گئے وہ کون تھا"؟

جواب : تو بھئی یہ جو خواب میں بعض اوقات رہنمائی کر دی جاتی ہے یہ من جانب اللہ ہوتی ہے اور یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہوتا ہے کہ کسی کو کسی کی رہنمائی فرما دیں تو یہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی صورت میں بھی کسی متعلقہ آدمی کی صورت نظر آ جاتی ہے تو اس میں اگر بھلائی ہو تو عموماً" اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور بعض اوقات یہ کام فرشتے کر دیتے ہیں لہٰذا آپ کا یہ مقصد کہ میرا مقصد اس آدمی کو معلوم کرنا ہے اس کی ضرورت نہیں۔

دوسری بات جو اس میں انہوں نے لکھی ہے کہ "جب میں پہلے دو دن کے اجتماع میں آیا اور واپس چلا گیا بیعت نہیں ہوا تھا مجھے تھوڑا سا شک ہوا تھا" کیا شک ہوا تھا یہ انہوں نے نہیں لکھا "تو میں نے یہ فیصلہ کر لیا جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود نہ آ کر بتائیں گے بیعت نہیں ہوں گا"۔

ہوتا یہ ہے کہ خلوص ایک ایسی چیز ہے کہ خلوص سے حماقت سرزد ہو سکتی ہے یہ بہت بڑی حماقت ہے کہ کوئی یہ کہے کہ میں جو کام کرنے چلا ہوں کہ اس کا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آ کر بتائیں کہ یہ کرو یا نہ کرو بیعت کرو یا نہ کرو۔ یہ ایک بہت بڑی جسارت ہے اگر آدمی جانتا ہو تو۔ یہ جانتا ہو تو پھر بہت بڑی حماقت۔ ہے اللہ کریم چونکہ نیتوں سے واقف ہے تو ایک آدمی سادگی میں اور صدق دل سے خلوص سے کہتا ہے تو اللہ ایسا کریم ہے "پھر آخر ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے انہوں نے مجھے ایک سلسلے کے ساتھی محمد افضل کو سلام دیا اور کہا کہ اسے میرا سلام دینا اور انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو بتلایا نہ تھا میں نے کہا کہ آدمی غلط بھی ہو سکتے ہیں لیکن کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل کا کوئی نہیں بن کر آ سکتا تو پھر وہ چلے گئے اور میں نے تہیہ کر لیا کہ جاتے ہی بیعت ہوں گا" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھئی تمہیں بتا تو دیا تھا پر ضد کرنے کی کیا ضرورت یعنی دیکھ لو کہ اگر خلوص سے کی جائے تو حماقت بھی ضائع نہیں جاتی اللہ اس پر بھی اجر دے دیتا ہے۔

اگر اس بات کا تجزیہ کیا جائے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ بھائی میں تو بیعت تب ہوتا ہوں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آ کر فرمائیں اس شخص کی بیعت کر لو تو جاننے والے کے لیے گستاخی ہے اس کے سارے اعمال ضائع کرنے کے لیے یہ ایک بات کافی ہے اور نہ جاننے والے کے لیے حماقت ہے اور اتنی بڑی حماقت جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا لیکن نہ جانتے ہوئے ایک شخص نے خلوص کے ساتھ یہ نیت کی اور اللہ سے التجا کی تو اسے یہ سعادت نصیب ہو گئی اس کا مطلب ہے کہ خلوص جو ہے وہ بنیاد ہوتا ہے امور کا' کاموں کی بنیاد خلوص پر ہوتی ہے۔ "تو پھر میں نے تہیہ کر لیا کہ جاتے ہی بیعت ہوں گا اس لیے میں نے کوئی سوال

نہیں پوچھا بیعت کر لی اور اب پوچھ رہا ہوں" چلو یہ تو ان کے ذاتی مسائل تھے اگلا بھی ان کا ذاتی سا خط ہے تو ٹھیک ہے بھائی اللہ کریم آپ کو برکت دے اور آپ کو زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کی توفیق دے بہرحال بہت بڑا فائدہ جو آپ نے حاصل کر لیا یہ بھی بہت بڑا ہے۔

مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ کسی کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے خواب میں بھی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔

سوال: یہ کچھ سوالات ہیں ان میں پہلا سوال ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے امداد السلوک میں۔ (امداد السلوک مولانا رشید احمد گنگوہی کی نہیں ہے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کی ہے اگر آپ کو کتاب اور حوالے کے نام کا نہیں پتہ تو آپ کا حوالہ بھی ایسا ہی ہو گا بہرحال بات جو آپ نے لکھی ہے امداد السلوک تو حاجی امداد اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ہے اور ان کے اپنے نام نامی سے منسوب ہے اس لیے رشید احمد رحمتہ اللہ علیہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بہرحال)۔ توحید مطلب کے عنوان سے فرمایا کہ اپنے شیخ کی موجودگی میں کسی اور شیخ کو اپنے شیخ سے افضل سمجھنا مانع فیض ہے کیا کسی بزرگ کو دیکھ کر جو سلسلہ عالیہ سے تعلق نہ رکھتا ہو اس کے تقویٰ اور علم و عمل کی تعریف کرنا مانع فیض ہے؟

جواب: آپ نے جو اس کی تشریح کی ہے یہ صحیح نہیں ہے حصول فیض کے لیے تو جس شخص سے آپ فیض حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے ساتھ کلی طور پر جب تک آپ اپنے قلب کو وابستہ نہیں کریں گے وہ فیض کیسے دے گا لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب آپ کو یقین ہو کہ میرا یہ شیخ منازل سلوک کرا سکتا ہے ہمارے ہاں تو حال یہ ہے کہ خانہ پری کی جاتی ہے خود شیخ کو بھی پتہ نہیں ہوتا سلوک کس جانور کا نام ہے منازل کس بلا کو کہتے ہیں لطائف تک کی خبر نہیں ہوتی ایک عالم شیخ بنے ہوتے ہیں نہ اپنا پتہ ہوتا ہے نہ دوسرے کا پتہ ہوتا ہے تو یہ ضروری نہیں ہے چونکہ بیعت کی بہت سی اقسام ہیں ایک بیعت ہے جو امارت و حکومت کے لیے کی جاتی ہے ایک ہے جو جہاد کے لیے کی جاتی ہے ایک ہے جو کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے کی جاتی ہے ایک ہے جو محض اصلاح کے لیے کی جاتی ہے تاکہ میں اس آدمی سے پوچھ پاچھ کر اپنی امور میں اپنی اصلاح کرتا رہوں گا تو یہ جو بیعت اصلاح ہے جو عام پیری مریدی ہے یہ ہر اس آدمی سے کی جا سکتی ہے جو روز مرہ کی ضروریات کے بارے شریعت کا علم رکھتا ہو اور ہر عالم سے کی جا سکتی ہے عالم سے بدرجہ اولیٰ کی جا سکتی ہے اور ایسے آدمی سے بیعت جائز ہے کہ جو روز مرہ کے کاموں میں ہماری رہنمائی کر سکے حلال حرام جائز ناجائز کے متعلق بتا سکے تو بیعت اصلاح اس سے بھی کی جا سکتی ہے اس کا اپنا ایک مقام ہے اس طرح آپ جہاد کی بیعت کرتے ہیں کوئی مجاہد جو ہو گا قائد یا لیڈر اس سے کریں گے اس کا ایک اپنا مقام ہے لیکن بیعت تصوف جو ہے اس کے لیے کم از کم شرط صوفیاء کے نزدیک یہ ہے کہ اس شخص سے کی جائے جو دوسرے کو فنا فی الرسول کرا سکتا ہو اگر نہیں کرا سکتا تو اسے تصوف میں بیعت لینا ہی نہیں چاہیے وہ آدمیوں کا راستہ نہ روکے انہیں تلاش کرنے دے وہ کوئی ایسا شخص تلاش کریں جو کم ز کم انہیں فنا فی الرسول تو کرا سکے لیکن ایک آدمی اگر تصوف سے واقف ہی نہیں ہے تو یہ ایسے ہے جیسے بیعت اصلاح کسی جاہل سے کر لی جائے اور لوگ کرتے ہیں لوگوں نے ایسے پیر بنا رکھے ہیں جنہیں کلمہ نہیں آتا درود نہیں آتا وضو نہیں آتا نماز نہیں آتی لوگوں نے بیعت کر رکھی ہے تو اس طرح کی بیعت حرام ہوتی ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی بلکہ وہ کرنا حرام ہے ایک جاہل سے بیعت آپ کریں تو آپ کا وہ بیعت کرنا حرام ہے تو اسی طرح حصول تصوف کے لیے اس سے کم تر رجے

کا آدمی جو فنا فی الرسول نہیں کرا سکتا ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے گرد ایسے لوگ ہوں جو یہ کہتے ہوں کہ ہمیں فنا فی الرسول اس کی صحبت میں نصیب ہوا خود دعویٰ کرنا تو بڑی بات نہیں کوئی بھی کہہ سکتا ہے لیکن کسی دوسرے کو کرانا یہ بچوں کا کھیل نہیں تو اگر کوئی ایسا شخص نصیب ہو تو حضرتؒ کے لکھنے کا مقصد یہ ہے پھر کلی طور پر اس کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر دے اور جہاں تک وہ منازل کرا سکتا ہے وہاں تک ضرور کرائے لیکن اگر کسی جگہ جا کر۔ اگر وہ شخص واقعی اہل اللہ ہو گا تو بتا دے گا آپ کو میرے منازل میں یہاں تک آپ کو کرا سکتا ہوں اس سے آگے نہیں ہو سکتے اس سے آگے کی مجھے سمجھ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اگر کوئی اس سے آگے چلانے والا کوئی شیخ مل جائے تو بعینہ ایسا ہے جیسے کوئی پرائمری میں پڑھا ہے پھر مڈل میں چلا جاتا ہے جو مڈل میں تھا پھر ہائی میں چلا جاتا ہے یا ہائی میں تھا تو پھر کالج میں چلا جاتا ہے تو اس صورت میں جب دوسری جگہ بیعت کی جاتی ہے تو پہلے جس شیخ نے تربیت کی اس کی عزت اس کا احترام اس کا احسان اپنی جگہ قائم رہتا ہے اب جن استادوں سے ہم نے پرائمری میں پڑھا تھا اگر ہم کالج میں چلے گئے تو یہ نہیں کہ ہم ان کی توہین کریں گے ان کا احسان اپنی جگہ ہے کالج کے لیے بنیاد انہوں نے فراہم کی اور یہ بات کہ کسی نیک آدمی کو دیکھ کر اس کے تقویٰ اور علم و عمل کی تعریف کرنا مانع فیض ہے یہ تو بڑی سادہ سی بات ہے اس میں تو کوئی وزن ہی نہیں کسی بھی نیک کو نیک کہنا کیسے مانع فیض ہے کسی بھی اچھے آدمی کی عزت کرنا احترام کرنا یہ مانع فیض نہیں ہے مانع فیض یہ بات ہے کہ آپ کا شیخ کوئی ہو اور دل کہیں اور بھٹک رہا ہو تو ادھر سے بھی نہیں ملے گا ادھر سے بھی نہیں ملے گا عزت و احترام کا تو یہ قانون ہے۔

مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بیان القرآن میں تصوف کے بہت سے مسائل قرآنی آیات سے اخذ فرمائے ہیں۔ تو تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من کلم اللہ و رفع بعضهم درجات۔ اس آیہ کریمہ کے تحت انہوں نے یہ اخذ کیا ہے کہ اللہ نے یہاں یہ ضرور فرمایا کہ بعض رسول بعض سے افضل ہیں یہ رسولوں کی جماعت ہے بعض بعض سے افضل ہیں یہ نہیں کہا کہ کوئی کسی سے کم ہے جب ایک افضل ہے تو دوسرا مفضول تو ہو گا لیکن اللہ کریم نے یہ نہیں کہا کہ کوئی رسول بڑا ہے اور دوسرا اس سے کم فرمایا بعض بعض سے افضل ہیں فضیلت ضرور بیان فرمائی لیکن کسی کی درجاتی کمی کی طرف اشارہ نہیں فرمایا حالانکہ مفہوم یہ ہے بلکہ فرمایا اس لیے اہل اللہ میں یہ کہنا کہ فلاں جو ہے یہ بہت اعلیٰ درجے کا ہے یہ تو درست ہے لیکن یہ کہنا کہ فلاں کے مقام منازل بہت کم ہیں یہ حرام ہے یہ جائز نہیں اللہ کریم نے یہ اسلوب پسند نہیں فرمایا خود اختیار نہیں فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ بعض نبیوں کے منازل کم ہیں یا مقامات کم ہیں یہ نہیں فرمایا یہ فرمایا کہ بعض بعض سے افضل ہیں۔ تو اسی طریقے پر یہ کہنا کہ فلاں بزرگ جو ہیں وہ بہت اعلیٰ منازل رکھتے ہیں اس میں تو کوئی حرج نہیں لیکن یہ کہنا کہ فلاں کے منازل بہت کم ہیں یہ جائز نہیں اس میں توہین کا پہلو نکلتا ہے۔

سوال: ساتھیوں سے سنا ہے کہ اگر ایک آدمی سالوں باقاعدگی سے ذکر اور مجاہدہ کرتا ہے لیکن اگر وہ ایک دفعہ بری مجلس یا ذکر میں ناغہ کر لے تو وہ آدمی بڑی جلدی کیفیات کھو بیٹھتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے حالانکہ خدا کی دی ہوئی نوازشوں میں زیادہ پائیداری ہونی چاہیے۔

جواب: اگر آپ ایک ایک پیالہ جمع کر کے ایک مٹکا بھر لیتے ہیں اور اسپر مہینہ خرچ ہو جاتا ہے اور اس میں چند قطرے پیشاب ڈال دیں تو وہ زیادہ پائیداری کیا کرے گی اس مٹکے میں کتنی پائیداری ہو گی اگر آپ ایک قطرہ تیل اکٹھا کر کے ایک مہینے میں بتی تیار کریں اسے جلائیں اور ماحول میں روشنی ہو اور ایک

پھونک سے اسے بجھا دیں تو اس نور کی پائیداری کیا کرے گی۔ یہ تو سادگی کی بات ہے میاں کمانا مشکل ہوتا ہے اور کھونا آسان ۔ جمع کرنے کے لیے آپ کو عمر بھر محنت کرنی پڑتی ہے تو چند ٹکے بچا سکتے ہیں اور کھونے کے لیے ایک دن کا ایک لمحے کا جوا کافی ہوتا ہے اس لیے یہ دلیری کہ میں نے بہت عبادت کر لی ہے اور عبادت پائیدار ہے اور ایک آدھا گناہ بھی کر لوں یہ جائز نہیں ہے گناہ بہرحال گناہ ہوتا ہے اور جہاں گناہ کی تفصیل فقہاء نے لکھی ہے صغائر اور کبائر کی اور مختلف جو حدیث شریف میں آیا ہے صغیرے کبیرے گنوا کر آخر میں جو ہے اس میں وہ فرماتے ہیں گناہ کبھی صغیرہ نہیں ہوتا اس لیے کہ اس نگاہ سے دیکھا جائے کہ نافرمانی کس ذات کی ہے گناہ بجائے خود چھوٹا سہی لیکن وہ چھوٹا گناہ بھی تو اللہ کی نافرمانی ہے اس لیے خطا کا ہو جانا یہ الگ بات ہے انسان ہے اور اس سے خطا ہو جاتی ہے خطا پر نادم ہونا توبہ کرنا مغفرت چاہنا یہ درجات کو ضائع نہیں کرتا اس سے کیفیت رہتی ہے ایک ملاقات میں درست ہو جاتا ہے شیخ کی ایک توجہ سے بحال ہو جاتا ہے لیکن اگر اس پہ رہے کہ بھئی نیکی تو پائیدار ہے میں نے بہت سی نیکیاں کر لی ہیں اور اب گناہ بھی کر لوں تو وہ تو سب کو لے ڈوبتا ہے پائیداری کی بھی حدود ہیں ایک لمحے کو بھی سورج اوجھل ہو جائے تو تاریکی تو چھا جائے گی اب آپ کہیں کہ دن بھر سورج رہا اب ایک لمحہ ڈوبا تو تاریکی کیوں آ گئی نور رہنا چاہیے تو وہ جب نور کا ہالہ ہی تھا وہی ڈوب گیا تو کہاں سے رہے گا تاریکی تو فوراً آ جائے گی بھائی اس لیے بری مجالس سے اور برے کاموں سے بچنے کے لیے خلوص کے ساتھ کوشاں رہنا اس کے لیے دعا کرتے رہنا اس کے لیے کوشش کرتے رہنا یہ ہماری ذمہ داری ہے توفیق دینا اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو اسپر معافی مانگنا اس کا ازالہ کرنا یہ ضروری ہے۔

سوال: اب یہ اگلا مسئلہ جو ہے یہ اصل تو ہے مفتی صاحبان کا اور میں مفتی نہیں ہوں فتوے نہیں دیا کرتا میں آپ کو جو میری سمجھ میں ہے بتا دیتا ہوں۔ زرعی زمین سے حاصل شدہ پیداوار سے عشر کی ادائیگی کے متعلق وضاحت طلب ہے کہ آیا سالانہ اخراجات از قسم ہل بیج کھاد وغیرہ کی قیمت منہا کر کے باقی پیداوار کا عشر دیا جائے یا تمام حاصل شدہ پیداوار سے ہی عشر ادا کیا جائے؟۔

جواب: کھاد بیج وغیرہ آپ محنت کرتے ہیں اس کا عشر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو آپ محنت نہیں کریں گے تو اس میں اگے گا کیا اسی لیے تو جہاں پانی ہے بارش کا وہاں دسواں حصہ عشر ہے اور جہاں آپ پانی بھی دیتے ہیں تو وہ دوگنی محنت ہو گئی تو اللہ نے اپنا حصہ بیسواں کر دیا جس کھیت کو پانی بھی زمیندار دیتا ہے اس کھیت سے جو حاصل ہوتا ہے اس کا بیسواں حصہ عشر دیا جاتا ہے اس لیے کہ اس کی محنت دوگنا ہو گئی اور جہاں وہ پانی بارش سے سیراب ہوتا ہے پھر اس کا دسواں حصہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ محنت آدھی ہو گئی گویا اس کی محنت کھاد بیج کمپنسیٹ کر دیئے گئے ہیں اس میں۔ ہاں جو ٹیکس حکومت لے لیتی ہے یہ علماء کا فیصلہ تھا جب یہ بہت سی باتیں پیش ہوئی تھیں جب انگریزوں کے عمل داری میں تھا آبیانہ یا زرعی زمین کا مالیہ اور بیانہ جو دو قسم کے ٹیکس حکومت لے لیتی ہے وہ اس عشر سے منہا کر دیئے جائیں تو ٹھیک ہے۔

س۔ مندرجہ ذیل کی وضاحت المرشد کے ذریعہ کریں کہ دارالعرفان ۔ الفلاح۔ الاخوان میں کون کون سی مد سے رقم خرچ ہوتی ہے۔ زکوۃ' صدقات' خیرات' منت۔

ج۔ دارالعرفان کے لیے صرف وہ رقم خرچ ہوتی ہے جو احباب دارالعرفان ہی کے لیے دیتے ہیں۔ الاخوان۔ کے حساب میں بھی صرف وہ رقم جائے گی جو الاخوان کے لیے دی جائے گی الفلاح فاؤنڈیشن ۔ جہاں مسلم ضرور تمندوں کی مدد کرتی ہے وہاں زکوۃ کی بھی

بقیہ صفحہ ۵۹ پر

MONTHLY AL - MURSHED

Reg. No. 8607

1993 NOVEMBER

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر
حصّہ دوم بھی چھپ چُکا ہے۔

جس میں سفر بھی ہے، سیر بھی ہے، مزاح بھی ہے، تہذیبِ مغرب
کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ مگر ان سب کے علاوہ اور ان سب
پر مقدم اِس مقدس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی
کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک منفرد شان، حُسن اور مقصدیت
بخشتا ہے۔ اِس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ
کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت : ۱۲۰ روپے

AWAISIA SOCIETY, COLLEGE ROAD, TOWNSHIP
LAHORE : CODE 54770
PHONE : 844909